ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۳۲

اگست ۱۹۹۸ء



بلتستان کی ایک خوبصورت مسجد

دین کے نام پر نفرت پھیلانے والوں سے اپیل

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

اہل جہاں کو برسرپیکار مت بنا
اس زندگی کو باعث آزار مت بنا

رغبت ہے جن کو پہلے ہی کم اپنے دین سے
اب اور ان کو دین سے بیزار مت بنا

آزاد رہ رہے ہیں خدا کی زمیں میں جو
عصبیتوں کا ان کو گرفتار مت بنا

ہے تیرے ساتھ حزب خدا کا جو قافلہ
شیطاں کو اپنا قافلہ سالار مت بنا

تحریر سے نہ کر کبھی جذبوں کا قتل عام
اپنے قلم کو ظلم کی تلوار مت بنا

تقریر سے بھی خلق خدا کا نہ دل دکھا
اپنی زباں کو آلہ آزار مت بنا

اہل شباب کو نہ تعصب کا درس دے
ان کی شگفتہ روح کو بیمار مت بنا

یوں نور کو بجھا کے نہ ظلمت کو دے فروغ
روشن جو دن ہے اس کو شب تار مت بنا

پھر اس دھوئیں کی تہہ سے نہ گزرے کوئی کرن
اپنا خطاب اتنا دھواں دار مت بنا

جو تیرے گرد ہیں انہیں مذہب کے نام پر
ہر وقت سر پھٹول پہ تیار مت بنا

نافذ خدا کے حکم کو دنیا میں کر ضرور
لیکن خدا کے حکم کو اک بار مت بنا

منصب جو اک ملا ہے تجھے اس کی قدر کر
اور اس کو وقف راحت پندار مت بنا

لوگوں کے دل قریب اگر لا سکے تو لا
نفرت کی ان کے بیچ میں دیوار مت بنا

ایسا نہ فعل کر کہ ہو تضحیک دین کی
اپنے عمل سے سب کو نگوں سار مت بنا

ذوق گناہ ہے بھی تو رکھ اپنے آپ تک
جو ہم نشیں ہیں ان کو گنہگار مت بنا

تجھ کو نہیں ہے پھول اگانے کا شوق تو
ہر رہ گزر کو زیست کی پرخار مت بنا

درپیش تجھ کو معرکہ عشق ہے ہزار
جو بوالہوس ہے اس کو کبھی یار مت بنا

دین خدا کے کام میں مت ڈھونڈ منفعت
زنہار ایسے کام کو بیوپار مت بنا

تعمیر کا نہیں ہے اگر تجھ میں حوصلہ
بیکار سنگ و خشت کے انبار مت بنا

دیں کا مدار ہے عمل نیک پر ترے
دیں کو نمود جبہ و دستار مت بنا

دیں تیرا وجہ ہے فخر ہے بحث فضول سے
تو اس کو وجہ طعنہ اغیار مت بنا

تجھ کو اگر تلاش ہے تسکین روح کی
تو خود کو لذتوں کا طلب گار مت بنا

کر بات پر تو غیر کی تنقید شوق سے
تنگ حیات اپنے پہ افکار مت بنا

ہو اک پر اتفاق تو پیدا نہ کر دوئی
موجود ہیں جو دو تو اسے چار مت بنا

روز ازل سے دشمن ایمان و دیں ہیں جو
پھر اپنی آستیں کا انہیں مار مت بنا

باطل کا خوف کھا کے کبھی حق کو مت چھپا
حق گو کو زینت رسن و دار مت بنا

انساں کی اصل دولت کردار ہے خلوص
فطرت کو اپنی فطرت عیار مت بنا

اب حق کا اقتدار حماقت سے کھو نہ دے
جو جیت مل چکی ہے اسے ہار مت بنا

ہر سکے میں فہم و فراست سے کام لے
بندوق اپنے فتووں کی خود کار مت بنا

غازی ترے سخن سے کسی کا نہ دل دکھے
بس شعر کو وسیلہ اظہار مت بنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۴۲ — قیمت بارہ روپے — اگست ۱۹۹۸ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم
مدیر: علامہ محمد بشیر
آرٹ ڈیزائننگ: جی۔ایچ۔معروفی

فہرست مضامین

خط و کتابت مضامین، منی آرڈر، ڈرافٹ وغیرہ بھیجنے کا پتہ

فلیٹ نمبر 7 بلاک نمبر 14 کینگری فور سیکٹر 1 / 8 - I
اسلام آباد پاکستان

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99۔6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A۔358 سیکٹر 1۔G.6/1 اسلام آباد سے شائع کیا۔

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

اثبات ذات

قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے و لا تھنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم تؤمنون ط اور نہ سست پڑو اور نہ غمگین ہو، تم ہی کامیاب رہو گے اگر تم ایمان کا راستہ اپناؤ۔

اس آیت کریمہ میں دور جدید کے انسان کے تمام نفسیاتی مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے اس کا حقیقت پسندانہ حل پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس قرآنی نسخے کی حقانیت کو سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخ مذاہب میں پیچھے کی جانب دور تک سفر کرنا پڑے گا۔ تاریخ انسانی میں ایک دور ایسا گزرا ہے جب انسان بالغ النظری سے ابھی بے بہرہ تھا اس کی عقل اور اس کا علم نہایت کمزور تھا اور اس کے معمولات حیات پر فطرت کی جارح اور منہ زور قوتوں کی فرمانروائی رہتی تھی۔ انسان اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتا تھا تو اسے اپنی مجبوری اور بے چارگی کا واضح احساس ہوتا تھا۔ بادلوں کا گرجنا، بجلی کا کڑک کر چمکنا، سیلابوں اور آندھیوں کی تباہ کاریاں اور قحط اور وباؤں کی ہولناکیاں، غرض وہ فطرت کی اندھی قوتوں کے رحم و کرم پر تھا۔ انسان کی اس کمزور حیثیت نے اسے خوف اور وہم کا شکار بنا دیا۔ وہ فطرت کی ان قوتوں سے اس قدر خوف کھاتا تھا کہ اپنے تئیں ان کو خوش کرنے کی خاطر اس نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ کوئی سورج کی پوجا کر رہا تھا کوئی ستاروں کو پوج رہا تھا کوئی آگ کی پرستش میں مصروف تھا اور کوئی پانی کی عبادت میں۔ پھر ایک جبلی تقاضے کے تحت انسانی تخیل نے چاہا کہ ان قوتوں کی تجسیم کرے پس اس نے ان قوتوں کی پشت پر کارفرما خود اس کی اپنی شکل و صورت سے مماثل اور خود اس کی مانند غضب اور رحم کے جذبات رکھنے والے دیوی دیوتا تخلیق کئے ان دیوتاؤں کو خوش رکھنا اس کے نزدیک انسانی زندگی کی فلاح اور نجات کے لئے ضروری تھا۔ باور کیا جاتا ہے کہ ابتدا میں انسان کو حیات بعد الموت کے مسائل سے بہت کم سروکار رہا ہے بلکہ اس کا مقصد حیات اسی دنیوی زندگی کا آرام اور آسائش تھا جس کے حصول کے لئے وہ اپنے خود ساختہ دیوتاؤں کے آگے گڑگڑاتا تھا اور شب و روز انہی خود ساختہ خداؤں کی پوجا کرتا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ غیر مرئی چیزوں کو چھو کر دیکھنے اور قرب و وصال کی بنیادی انسانی خواہش کے زیر اثر ان دیوتاؤں کے بت تراش لئے گئے۔ لکڑی اور پتھر کے یہ بت جنہیں انسان خود اپنے ہاتھ سے بناتا تھا انہی کے آگے وہ سجدہ ریز ہوتا اور انہی سے وہ رحم کی بھیک اور من کی مراد مانگتا تھا۔ دور حاضر میں بھی کرہ ارض پر بے شمار مندروں اور عبادت گاہوں میں یہ بت ایستادہ ہیں اور دکھ درد بیشتر ان جھوٹے خداؤں کی عبادت بھی ہوتی ہے۔

یہ ہے وہ پس منظر جس کی بنیاد پر دور جدید کا نقاد مذہب کو خوف کی پیداوار قرار دیتا ہے اور جہاں تک ادیان باطلہ کا تعلق ہے وہ یقیناً خوف ہی کی پیداوار ہیں۔ ان ادیان باطلہ نے ہر دور میں بنی نوع انسان کا لہو پینے کے لئے خوف کے عفریت کی پرورش کی ہے اور اسے انسانی لہو کا خراج پیش کیا ہے۔

دوسری طرف دین حق ہے جس کو خدائے رحمان کی رہنمائی حاصل ہے اور جو انسانی تخیل اور تشکیک کی پیداوار نہیں بلکہ ایک سرچشمہ نور ہے جو حقیقت و عرفان کی روشنی سے انسانی اذہان اور قلوب کو سیراب کرتا ہے۔ یہ دین حق انبیاء علیہم السلام کے توسط سے خالق حقیقی نے بنی نوع انسان تک پہنچایا اور ارتقائے ذہن انسانی کے ساتھ ساتھ یہ بھی (بہ لحاظ شریعت ظاہری) ارتقاء پذیر رہا یہاں تک کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے وسیلے سے خالق حقیقی نے اس دین حق کی تکمیل فرمائی اور اس کے لئے "اسلام" کا نام پسند فرمایا۔

اسلام "تسلیم" سے ہے اور اس کا پیروکار یعنی "مسلم" وہ صاحب شعور انسان ہے جو حیات و کائنات کی حقیقتوں کو

بقیہ صفحہ ۲۴ پر

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

مجموعہ شریعت محمدیہ

و من شرائطها طهارة البدن و الثوب و لواشتبه ثوب طاهر بثوب نجس و جب ترکهما في الصلواة حتى يغسلهما.......
فكثيرها كقليلها معفو

ترجمہ

جسم اور کپڑے کا پاک ہونا بھی صحت نماز کی شرطوں میں سے ہے۔ اگر کوئی پاک کپڑا کسی ناپاک کپڑے کی وجہ سے مشتبہ ہو جائے تو نماز پڑھنے کی صورت میں دونوں کپڑوں کا چھوڑ دینا واجب ہے یہاں تک کہ دونوں کپڑوں کو دھو لیا جائے۔ وقت کی تنگی کی صورت میں احتیاطی کھوج لگانا جائز ہے۔ مثلاً جسم یا کپڑے کے کسی حصے کے ناپاک ہونے کا یقین تو ہو مگر معین طور پر اس کی پہچان نہ ہو تو سب کا دھو لینا واجب ہے۔ پانی کی کمیابی کی صورت میں بعض گمان زدہ حصے کو دھو لیا جائے تو اس میں نماز روا ٹھہرے گی۔ سڑکوں کی کیچڑ سے بچنا اگر دشوار ہو تو اس کی کم مقدار معاف ہے اگرچہ وہ ناپاک ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح لہو، مچھر اور جوں کے خون، پیپ اور مکھیوں کے فضلے کا حکم ہے۔ یہ چیزیں زیادہ مقدار میں ہوں یعنی وزن کے اعتبار سے نہیں بلکہ دیکھنے کے اعتبار سے ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہوں، اگر پتہ چل جائے اور نہ دھوئے اور بغیر کسی ضرورت کے اس میں نماز پڑھ لے مثلاً وقت کی تنگی، پانی کا مفقود ہونا، دشمنی، درندے، اور ساتھیوں کے بچھڑ جانے کا خوف وغیرہ تو ان کو دھو لینا واجب ہے۔ نیز ان کے ہوتے ہوئے وقوع پذیر ہونے والی نماز کی قضا بھی واجب ہے۔ مگر بہتے پیپ کی زیادہ مقدار بھی کم مقدار کی مانند معاف ہے۔

وضاحت

صحت نماز کی شرطوں کا بیان چل رہا تھا چنانچہ مندرجہ بالا عبارتوں میں مندرجہ ذیل بعض ضروری امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ جسم کی ناپاکی
۲۔ کپڑے کی ناپاکی
۳۔ پاک اور ناپاک کا غیر معین خلط ملط
۴۔ پانی کی کمیابی کا کرشمہ
۵۔ راستوں کی کیچڑ کا حکم
۶۔ وزن اور رویت کا تفاوت
۷۔ بہتے زخم وغیرہ کا حکم

تفصیل وضاحت

۱۔ نماز گزار کا جسم بھی پاک ہونا صحت نماز کے لئے شرط ہے۔ گویا نماز گزار کے سر سے پیروں سمیت پورے کا پورا جسم پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر جسم ناپاک ہو تو نماز شرعاً درست نہیں ہوگی۔

۲۔ نماز گزار کے کپڑوں کا پاک ہونا بھی صحت نماز کی شرطوں میں گنا جاتا ہے۔ لہذا نماز گزار کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک کپڑے پہن کر نماز کی بجاآوری کرے۔ جس طرح سے ناپاک جسم سے نماز بطلان کو چلی جاتی ہے اسی طرح سے ناپاک کپڑوں سے بھی نماز کی صحت عدم سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

۳۔ اگر نماز گار کو ایسے دو کپڑوں سے واسطہ پڑ جائے کہ ایک کپڑا تو پاک ہے اور دوسرا کپڑا ناپاک مگر ناپاک کپڑے کا تعین نہ کیا جا سکتا ہو گویا ناپاک کپڑے کے خلط ملط کی وجہ سے پاک کپڑا مشتبہ ہو جاتا ہو تو نماز گزار پر شرعاً یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نماز پڑھنے کے لئے دونوں کپڑوں کو اس وقت تک

استعمال نہ کرے جب ان کو دھو نہ لیا جائے۔ گویا ایسی صورت پیش آنے پر دونوں کپڑوں کو دھولینا شرعاً واجب ٹھہرتا ہے تاہم وقت کی تنگی کی صورت میں نماز گزار اپنی طرف سے پاک کپڑے کے تعین کے لئے خوب کھوج لگائے اور احتیاطی کھوج کے بل بوتے پر ایک کپڑے کو پاک قرار دے اور اس کو نماز کی بجاآوری کے وقت استعمال کرے۔ یہ صرف وقت نماز کی تنگی کی صورت میں روا ٹھہرنے والا حکم ہے۔ اس مسئلے کی مثال یوں بیان کی جاتی ہے کہ اگر نماز گزار کو اپنے جسم یا کپڑے کے کسی ایک حصے کے ناپاک ہو جانے کا یقین ہو مگر معین طور پر اس حصے کی پہچان نہ ہو تو اس صورت میں پورے جسم یا پورے کپڑے کا دھولینا واجب ٹھہرتا ہے۔

۴۔ اگر کسی نماز گزار کو پانی کی قلت کا سامنا ہو تو اس صورت میں اس کے لئے شرعاً یہ گنجائش موجود ہے کہ وہ اپنے جسم یا کپڑے کے ناپاک ہونے کے بارے میں بعض گمان زدہ حصے کو دھو ڈالے اور پھر نماز پڑھ لے۔ پانی کی فراوانی کی صورت میں ایسا کرنا درست نہیں ہوگا۔

۵۔ بارش وغیرہ کی وجہ سے نماز گزار کو اگر راستوں اور سڑکوں کی کیچڑوں سے گزرنا پڑتا ہو اور کیچڑ سے بچنا اس کے لئے نہایت دشوار ہو تو کیچڑ کی کم مقدار شرعاً معاف ٹھہرتی ہے اگرچہ کیچڑ ناپاک ہی کیوں نہ ہو۔

۶۔ جس طرح سے راستوں وغیرہ کی کیچڑوں سے بچنا دشوار ہونے کی بنا پر اس کی کم مقدار کو نماز گزار کے حق میں شرعاً معاف قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے پسو، مچھر اور جوں کے خون اور مکھیوں کے فضلے کو بھی کم مقدار میں معاف قرار دیا گیا ہے۔ ان کی زیادہ مقدار کے بارے میں شریعت محمدیہ حکم لگاتی ہے کہ اگر یہ چیزیں زیادہ مقدار میں لگ جائیں یعنی وزن کرنے کے اعتبار سے نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھنے کے اعتبار سے یہ چیزیں ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہوں تو اور نماز گزار کو اس کا پتہ چل جائے اور وہ اسے دھوئے بغیر نماز پڑھ بیٹھے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ نماز گزار کو کوئی اہم ضرورت درپیش نہ ہو اگر اسے کوئی اہم ضرورت درپیش ہو تو مجبوری کی وجہ سے اس کی نماز روا ٹھہرے گی۔ اہم ضرورت کی مثالیں مثلاً وقت نماز کی تنگی، پانی کا نہ ملنا، دشمن کا خوف، درندے کا خوف اور ساتھیوں کے بچھڑ جانے کا خوف۔ گویا بلا کسی ضرورت کے اگر وہ ان چیزوں کو دھوئے بغیر نماز پڑھے تو شرعاً وہ نماز کی بجاآوری سے سبک دوش نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اسے اس نماز کی قضا بجالانا شرعاً ضروری ہوگا اور متاثرہ حصے کا دھولینا بھی واجب ہوگا۔

۷۔ اگر کسی نماز گزار کے جسم پر کوئی ایسا زخم ہو جو ہر وقت بہتا ہی رہتا ہو یا پھوڑا پھنسی وغیرہ سے پیپ برابر بہتا ہی رہتا ہو تو یہ صورت حال نماز گزار کے بس کا روگ نہیں لہٰذا از روئے شریعت محمدیہ ان کی کم مقدار کے معاف ہونے کی طرح ان کی زیادہ مقدار بھی معاف ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ۔ فقہی مسائل

نہیں ہے۔ لہٰذا اہل صوفیہ نوربخشیہ کو اس قسم کے قابل مذمت اقدام سے کنارہ کش رہنا ضروری ہے۔

جواب نمبر۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر اس قسم کے قابل مذمت اقدام کرنے والا کوئی عالم دین ہو یا کوئی پیش امام ہو تو یہ ان کے لئے نہایت باعث شرمساری ہے۔ شرعاً یہ دونوں ظاہری فسق کے حامل افراد میں گنے جا سکتے ہیں۔ امامت کے لئے کم از کم شرط ظاہری فسق کا حامل نہ ہونا ہے۔ لہٰذا ایسے افراد کی امامت میں جن حضرات نے نماز پڑھی ہے وہ از روئے شرع محمدی حکم نماز کی بجاآوری سے عنداللہ سبک دوش ہونے والے نماز گزار قرار نہیں پائیں گے۔

جواب نمبر۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر بدقسمتی سے کہیں ایسی صورت حال درپیش ہو جائے تو انتقال کر جانے والی مسلمان عورت پر صرف تیمم کا حکم لاگو ہوگا

غسل کی نوبت اس مذکورہ صورت حال میں شرعاً نہیں آئے گی

ذاکر حسین ذاکر ایم اے فلسفہ [illegible]

اقبال اور اسلامی تصوف

مذکورہ بالا حقائق اور واقعات میں دو باتیں تصوف کے ارتقاء کے متعلق بہت اہم ہیں۔ اول یہ کہ ایرانی فکر میں مسیحی افکار قبول کرنے کا میلان موجود تھا جس کی وجہ سے مسیحی نصب العین اور تفکر کو اپنے اندر جذب کر لیا اور دوم یہ کہ اسے قرآن میں مستحکم بنیاد بھی مل گئی اور شاید اسی مستحکم بنیاد کی وجہ سے تاتاری انقلاب سے بھی بچ نکلا۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی نظام اخلاق مسیحی نظام اخلاق سے متصادم نہیں بلکہ کافی مماثلت رکھتا ہے اور یہ کہ تصوف کی بنیاد قرآن میں موجود تھی۔ جس کو ممالک غیر میں وزون حالات میسر آگئے تو ایک جداگانہ نظریہ کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں تصوف کا ارتقاء اور دیگر مسلم فرقوں پر اس کے اثرات کے متعلق لکھا ہے کہ "تصوف کی طرف انسان کی کشمکش اصولاً ضمیر کے اس اندرونی احتجاج کا نتیجہ ہے جو معاشرتی بے انصافیوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔ یہ احتجاج نہ صرف دوسروں کی بے انصافیوں کے خلاف ہوتا ہے بلکہ سب سے پہلے اور بالخصوص اپنی کوتاہیوں کے خلاف ہوتا ہے۔"

صوفیاء نے اس بنیاد پر محاسبے کی جو روش اختیار کی وہ فقہا اور متکلمین کو پسند نہ آئی۔ "خواہ حکمرانوں کا رویہ کیسا ہی غیر عادلانہ کیوں نہ ہو لیکن فقہاء اور متکلمین کو یہ امر سخت ناگوار تھا کہ لوگ آپس میں محاسبہ نفس کا ذکر کریں اور اس باطنی عدالت کے ذریعے ایک دوسرے کے خلاف فیصلے صادر کریں۔ نہ شریعت قرآنی نے تو صرف ظاہری اعمال کا محاسبہ کیا ہے اور لوگوں کے ظاہری گناہوں کی سزائیں مقرر کی ہیں۔ نفاق کے خلاف کوئی سزا تجویز نہیں کی۔"

چونکہ صوفیا نیت اور دل کی بات کرتے ہیں۔ اس لئے فقہاء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس زندگی کی بنیاد صوفیہ کے طریق عمل پر ہو اس کا انجام بالا طرفگی اور گمراہی پر ہوگا کیونکہ صوفیہ کے نزدیک نیت عمل سے مقدم ہے اور سنت فرض سے (یعنی عمل، شریعت کی لفظی پابندی سے) اور اطاعت عبادات سے بہتر ہے۔"

یہاں سے علمائے اسلام کے دو مکاتب فکر واضح ہو کر سامنے آئے۔ ایک فقہاء و محدثین کا گروہ جو محض بیرونی اعمال اور کردار کو سب کچھ جانتے تھے یعنی ان کے ہاں خیر و شر کا معیار احکام شرعیہ پر جسمانی عمل یا لفظی پابندی کرنے یا نہ کرنے پر تھا جبکہ دوسرا گروہ صوفیاء کا تھا جن کے نزدیک خیر و شر کا معیار احکام شرعیہ پر محض جسمانی حرکات و سکنات پر مشتمل اعمال نہیں بلکہ نیت ہے۔ اگر بری نیت سے کوئی اچھا کام بھی کرے تو وہ عمل برا ہے۔ یہاں صوفیاء نے عبادات میں دکھاوے یعنی ریا، تکبر اور نفاق جیسی برائیوں کو زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا تاکہ عوام پر نیت اور عمل کا تعلق واضح ہو اور دین میں ایک بلند تر معیار اخلاق کو اپنائیں۔ اس اختلاف کی بناء پر صوفیاء نے فقہاء و محدثین کو علمائے ظاہر کا لقب دیا جس سے ان کے درمیان مخالفت کو مزید تقویت ملی۔ "اسلامی فرقوں میں تصوف سے عداوت کا اظہار سب سے پہلے خارجیوں کی طرف سے حسن بصریؒ کے معاملے میں ہوا اس کے بعد فرقہ ہائے امامیہ (زیدیہ، اثنا عشریہ اور غلاۃ) نے تیسری صدی ہجری میں تصوف کے ہر میلان کی مذمت اس بناء پر کی کہ ان کے نزدیک تصوف مومنین کے سامنے ایک طرح کی غیر معمولی زندگی کی کیفیات پیش کرتا ہے۔"

"اہل سنت والجماعت نے صوفیہ کے خلاف اپنا طرز عمل ظاہر کرنے میں مقابلۃً آہستگی سے کام لیا ہے، علاوہ ازیں تصوف کو معطون کرنے کے سلسلے میں وہ کبھی متفق الرائے بھی نہیں ہوئے۔"

تاہم سنیوں کے دو گروہوں نے تصوف کو ہدف ملامت بنایا ہے۔ ایک تو قدامت پسند حشویہ ہے۔ امام احمد بن حنبل

نے اس وجہ سے تصوف کو مورد الزام ٹھہرایا کہ تصوف ظاہری عبادات کے مقابلے میں مراقبے پر زور دیتا ہے اور روح کے لئے ذات خداوندی سے براہ راست ذاتی تقرب کی راہیں نکالتا ہے۔

مخالفین کا دوسرا گروہ جو معتزلہ اور ظاہریوں پر مشتمل تھا عشق کے ذریعے خالق و مخلوق کو ایک ہی رشتے میں منسلک کرنے کے خیال کو لایعنی سمجھتا ہے۔

اسی طرح فرقہ وہابیہ بھی تصوف کے سخت مخالف تھے۔ ایک طرف تصوف نے فقہی مسالک میں روحانیت، باطن پسندی اور اخلاص فی العمل کی روح پھونکنے کی کوشش کی اور دوسری طرف واردات روحانی اور علم تصوف کی فلسفیانہ تشریح بھی شروع کر دی جس کی وجہ سے اس کا خالص مذہبی رویہ باقی نہیں رہا اور اس پر علمیاتی تنقید بھی شروع ہو گئی۔ کچھ سہل پسند صوفیوں نے تصوف کی آڑ میں اس کی بنیادی روح یعنی ریاضت و مجاہدہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے ترک دنیا اور اعتکاف کے نام پر گوشہ نشینی اور محض فقر خانقہی کو رواج دیا۔

تصور مرشد

گو کسی بھی قسم کی تعلیم و تربیت کے لئے کسی ماہر استاد کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اسلامی تصوف میں استاد کا ہونا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ شرط اول ہے۔ تصوف کے استاد کو "مرشد" "پیر کامل" "شیخ" "ولی" یا "قطب" کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے جو طالبان حق کو تزکیہ اور مجاہدہ کی تعلیم و تربیت دے کر انہیں روحانی کمالات تک پہنچاتا ہے۔

جو شخص (طالب) حصول مقصد کی خاطر کسی مرشد کی پیروی کرتا ہے اسے "سالک" یا "مرید" کہتے ہیں اور اس طریق تصوف کو "سلوک" کہا جاتا ہے۔

کسی کامل مرشد کی رہنمائی اور سرپرستی کے بغیر راہ سلوک میں قدم رکھنا منع ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں سالک کے بھٹکنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

صوفیائے اسلام نے آیات قرآنی وابتغوا الیہ وسیلۃ اور و اولی الامر منکم میں "وسیلہ" اور "اولی الامر" سے مراد مرشد لیا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان یعنی جس (سالک) کا کامل مرشد نہ ہو اس کا پیشوا شیطان بن جاتا ہے۔ اسلامی تصوف میں مرشد کے لئے جو شرائط اور اوصاف بیان ہوئے ہیں وہ ایک انسان کامل کی خصوصیات ہیں۔ تاہم عام حالات میں اس قدر جامع کمالات کا حامل مرشد نہ ملنے کی صورت میں مرشد کے لئے کم از کم معیار متعین ہے جس کو پورا کئے بغیر کسی کا مرشد بننا یا بنانا جائز نہیں ہے۔ یہ کم از کم معیار کسی کا شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا علم رکھنا اور ان کے شرائط و آداب پر عمل پیرا ہونا ہے۔ "راہ سلوک" کو جہاد اکبر یا جہاد بالنفس کہتے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ "تحقیق میرے دو فن ہیں جو ان سے محبت رکھے تو گویا اس نے میرے ساتھ محبت رکھی اور جس نے ان دونوں سے عداوت کی تو گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا ایک فن فقر حقیقی ہے اور دوسرا جہاد۔ یعنی جہاد اکبر اور جہاد اصغر۔"

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے جو سلسلہ عالیہ کبرویہ یا سلسلہ ذہب کے ایک مرشد کامل تھے جہاد کی ان دونوں قسموں کے لئے لازم مرشد کے اوصاف اور شرائط کو انتہائی جامع انداز میں بیان فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"دونوں کے دونوں جہاد کے لئے ایک ایسے امام (مرشد) کا ہونا ضروری ہے جو مرد ہو، آزاد ہو، بالغ ہو، عقلمند ہو، مسلمان ہو، صاحب عدل ہو، علم والا ہو، بہادر ہو، سخاوت والا ہو پرہیزگار ہو، قریشی، ہاشمی، علوی بلکہ فاطمی ہو، جہاد اصغر (یعنی جہاد بالاعداء) کی انجام دہی کے لئے اوصاف امام کی یہی صورتیں کافی ہیں۔

بڑے جہاد (جہاد بالنفس یا راہ سلوک) کی انجام دہی کے لئے چاہئے کہ امام ایسا ولی ہو جو ولایت کے مقامات میں کمال درجے پر فائز ہو۔ جیسے انوار السبع قلبیہ و الانوار المتنوعۃ الغیبیہ یعنی دل کے سات کیفیاتی طور طریقے مختلف غیبی روشنیاں احوال کشف، احوال مشاہدہ، احوال معاینہ اور روحانی تجلیاں جو آثار و افعال صفات الہیہ ہیں اور مظاہر ذات حق سے وابستہ ہیں اور جملہ تجلیات حق (پر عبور حاصل ہو) وہ عالم لاہوت میں فنا ہونے والا ہو، عالم جبروت میں باقی رہنے والا ہو، جملہ مظاہر کلیہ کا حامل ہو، معرفت والا ہو، پکا موحد ہو، جملہ حقیقتوں کی تحقیق کرنے والا ہو، جملہ احوال کا

معائنہ کرنے والا ہو، صرف کانوں سے سننے پر قناعت نہ کرنے والا ہو، ہدایت کرنے والا ہو، روحانی راہوں پر چلنے والوں (سالکین) کو صحیح خدمت، عزلت، خلوت نشینی، صحبت اور ان کے احوال کے مناسب جملہ سیاسی مصلحتوں اور ریاضتوں کے ذریعے درجہ کمال پر پہنچانے والا ہو۔ سالکین کے اخلاق کو پاکیزہ رکھنے میں ان کا حکیم ہو، سالکین کی بود و باش اور خلقت کو درست رکھنے کے لئے ان کا معالج ہو، شریعت کا مجتہد ہو، طریقت کا مجاہد ہو، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی صورتوں میں حقیقت کو رسائی پانے والا ہو۔ ان علوم کے اصول، فروع، کلیات اور جزئیات پر یقین رکھنے والا ہو۔ سالکین کے تزکیہ نفوس کے لئے کوشاں رہنے والا ہو اور ان کی قلبی صفائی کے معاملے میں ان کا مددگار ہو۔"

آپ مزید فرماتے ہیں کہ ان تمام اوصاف کا مالک صرف آدم الاولیاء حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

"اگر ان تمام اوصاف کا جامع امام نہ پایا جاتا ہو تو ضروری ہے کہ امام پرہیزگار ہو، ریاضت کرنے والا ہو، عالم جبروت میں پرواز کرنے والا ہو، خدا کی یکسوئی میں فنا ہونے والا ہو خدا ہی کے تصور کے ساتھ باقی رہنے والا ہو، طریقت کے آداب، چلہ کشی کے قوانین، سالکین کی تربیت اور واقعات کی تعبیروں کا خوب جاننے والا ہو اور کسی مرشد کامل کی طرف بیعت لینے، ذکر الہی کی تلقین کرنے اور طالبان حق کو ہدایت کرنے کا اجازت یافتہ ہو۔ اس طرح سے واجب ہے کہ اس امام کا سلسلہ کسی قسم کے انقطاع کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو۔"

یہ کچھ ہیں حقیقی اسلامی تصوف میں جہاد اکبر، جہاد اصغر اور ان کے لئے لازمی مرشد یا امام کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ صفات جن کا حامل ہونا راہ سلوک کے لئے لازمی ہے۔ اگر کم سے کم معیار پر پورا نہ اترے تو کسی ایسے شخص کو مرشد نہیں بنایا جا سکتا۔

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے دونوں جہاد کے امام کے اوصاف میں قریشی، ہاشمی، علوی بلکہ فاطمی ہونا بھی لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ اوصاف شرط مرشد نہیں ہیں چنانچہ اس ضمن میں آگے لکھتے ہیں۔

"اگر ایسا امام کوئی امی ہو، قریشی، ہاشمی، یا علوی وغیرہ

نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نسبت باطنی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلبی نطفے سے نہیں بلکہ باطنی نطفے سے جنا ہوا فرزند ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان کہ کل اتقی آلی "ہر پرہیزگار میری آل میں داخل ہے"، میں اسی طرف اشارہ ہے۔"

جس طرح مرشد کے لئے مخصوص شرائط ہیں اسی طرح سالک کے لئے بھی شرائط ہیں۔ عام دینی امور میں عاقل، بالغ اور مسلمان ہونا وغیرہ شرط ہیں اس طرح جہاد اصغر اور جہاد اکبر کے لازم ہونے کی بھی شرائط ہیں۔

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

"جس طرح جہاد اصغر کے واجب ہونے کی شرائط مسلمان ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، مرد ہونا، انتہائی کمزور بوڑھا نہ ہونا، اپاہج نہ ہونا، اندھا نہ ہونا، شل شدہ اعضا والا نہ ہونا اور جہاد کرنے سے عاجز آنے والا اور بیمار نہ ہونا۔ اسی طرح جہاد اکبر کے واجب ہونے کی شرائط میں پکا ارادہ کرنا، عمر بیس سال کو پہنچنا، کسی مرشد کی پہچان رکھنا، توبہ کرنا، ہمت کی بلندی، ایسا عمر رسیدہ نہ ہونا کہ جو ریاضت و مجاہدہ کی طاقت نہ رکھے کسی معین فرد کی تقلید میں بند نہ ہونا، سالکین طریقت کا منکر نہ ہونا، دماغ کا خلل پذیر نہ ہونا اور مرشدین پر اعتراض کرنے والا نہ ہونا شامل ہیں۔"

آپ مزید فرماتے ہیں کہ

"جہاد اکبر کا معاملہ صرف کسی مرشد کامل کی حضوری ہی میں جائز ہو سکتا ہے جو کوئی بھی کسی مرشد کامل کی حضوری کے بغیر ریاضت و مجاہدہ کا ارتکاب کرے وہ گمراہ ہو گا اور مقصد سے بھٹک جائے گا۔"

تصوف میں جتنے لوگ بھٹکے ہیں یا خرافات میں پڑ گئے ہیں ان تمام کی واحد وجہ کسی مرشد کامل کی کسی حضوری میں ریاضت و مجاہدہ نہ ہونا ہے۔ مرشد کامل کے شرائط اور صفات بیان ہو چکے ہیں جس کے مطابق مرشد کو شریعت کا مجتہد اور طریقت کا مجاہد ہونا چاہئے اور اس کا معاشرتی و سیاسی شعور بھی اتنا بلند ہونا چاہئے کہ وہ ہر امر میں تحقیق کرنے والا ہو اور سالکین کے بود و باش اور جملہ سیاسی امور کا مصلح بھی ہو مگر المیہ یہ ہے کہ اگرچہ "پانچ قسم کے سلسلہ ہائے تصوف نے تو بے شک ہم

احوال صوفیاء (گزشتہ سے پیوستہ)

غلام حسن نور بخش فاضل عربی۔ ایم۔ اے

شیخ عبدالرحمن اسفرائنی

تعلیمات

اتباع شریعت

آپ فرماتے ہیں کہ اپنے افعال و اقوال اور حرکات و سکنات کا شریعت سے موازنہ کرتے رہو اگر انہیں شریعت سے موافق نہ دیکھو یا قانون طریقت جو سر شریعت ہے، کے مطابق نہ پاؤ تو وہ ممنوع ہے۔

(کاشف الاسرار ص ۳۷)

خلوت

خلوت غیبت نہ کرنے، بغیر ذکر زبان نہ ہلانے، لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانے، دن کو روزہ رکھنے، شب بیدار رہنے، خود کو موت کے سپرد کرنے، قضائے الٰہی پر راضی رہنے، بلاضرورت نہ بولنے، نماز باجماعت ادا کرنے، نماز جماعت کے انتظار کرنے، ہر وقت باوضو رہنے، شہوت ترک کرنے، صبر و تحمل کرنے، بھوکے رہنے، نفس و شیطان سے برسرپیکار رہنے، حق تعالیٰ کی ہم نشینی اختیار کرنے، اللہ تعالیٰ سے دلی لو لگانے، اخلاق ذمیمہ کی بیخ کنی کرنے، خود کو بے چارہ و بے بس تصور کرنے، اپنے برے افعال پر ندامت کا آنسو بہانے، فخر و مباہات سے احتراز کرنے، توکل بر خدا کرنے، ہر وقت عبادت حق میں مصروف رہنے اور دائمی ذکر میں مصروف رہنے کا نام خلوت ہے۔

(کاشف الاسرار ص ۶۱)

دلجمعی و حضور قلب

جو شخص خلاصہ دین حق سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ دلجمعی کی طرف خوب توجہ دے جو چیز دل کو مشغول رکھتی ہو اسے دور کرے۔

(فی کیفیت التسلیک ص ۴۳)

درویش کون؟

درویش وہ نہیں جس کے پاس کھانے اور پہننے کے لئے کچھ نہ ہو ایسے شخص کو گدائے گرسنہ و برہنہ یعنی بھوکا ننگا درویش کہتے ہیں بلکہ درویش وہ ہے جس کا باطن غیر حق سے خالی ہو۔

(ایضاً)

حقیقی و مجازی دل

دل حقیقی وہ دل ہے جس میں بجز ذکر حق کچھ نہ ہو اور دل مجازی وہ دل ہے جس میں باقی سب کچھ ہو ذکر حق نہ ہو۔

(ایضاً ص ۴۲)

خلوت و اعتکاف

فرائض کی ادائیگی اور حصول علم فریضہ کے بعد باقی اعمال صالحہ میں سے خلوت پر کسی بھی عمل صالح کو ترجیح و فوقیت نہ دینا چاہیئے کیونکہ اعمال صالحہ کا مجموعہ خلوت و اعتکاف ہے۔

(ایضاً ص ۴۰)

شاعری

شرح بی رحم فتادہ نگارم چکنم
برد اندیشہ او خواب و قرارم چکنم

سرزنش میکندم خلق کہ زاری تا کی
من دلسوختہ چون عاشق زارم چکنم

(ریاض السیاحہ ص ۱۹۸)

آشفتہ برآن رخان زیبات منم
آغشتہ بخون دل ز سودات منم

با این ہمہ اعتماد بر لطف تو زانک
خاک سگ ہندوان لالات منم

(کاشف الاسرار ص ۱۳۷)

تصنیف و تالیف

دوسرے نوربخشی بزرگوں کی مانند آپ بھی تحریر و تقریر کی اہمیت و افادیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ قیام بغداد کے دوران جہاں آپ نے اپنی تقریروں کے ذریعے خلق خدا کو رشد و ہدایت سے سرفراز فرمایا وہاں تحریر کے ذریعے پڑھے لکھے لوگوں کی رشد و ہدایت کا سامان کیا۔ چنانچہ آپ نے بکثرت کتب اور رسالے تصنیف کئے اور مختلف لوگوں کو خطوط لکھے۔

کاشف الاسرار کے محقق جناب ہرمان لندلٹ کے مطابق آپ کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) نوشتے دستیاب ہیں جن میں سے بعض ضخیم ہیں اور بعض چند سطروں پر مشتمل تحریریں ہیں۔

کینیڈا کی مکگل یونیورسٹی اور ایران کی تہران یونیورسٹی کے محقق پرفیسر ہرمان لندلٹ اور میری نے آپ اور شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کے درمیان ہونے والے خط و کتابت کو الگ کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس طرح آپ کی کتاب کاشف الاسرار اور دوسرے چھ رسالے بھی فرانسیسی ترجمے کے ساتھ شائع ہو چکے

وفات

کل نفس ذائقۃ الموت ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، کے تحت آپ بھی مالک حقیقی سے جا ملے۔

مؤرخین کے درمیان آپ تاریخ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی نے شب چہار شنبہ ۳ جمادی الاول ۷۱۷ء، میر سید محمد نوربخش نے ۷۲۲ء اور مفتی غلام سرور لاہوری نے روز یک شنبہ ۲۹ جمادی الاول ۹۵ء لکھا ہے اور انہوں نے تاریخ وفات وولادت یوں نقل کی ہے۔

نور دین احمدی شیخ عظیم
مقتدا و مرشد۔ روی زمین
نور دین نورانی آمدش مولدش
رحلت او عبدرحمان نور دین

اس حساب سے آپ کا سن ولادت ۶۳۷ھ اور سن وفات ۶۵۵ھ بنتا ہے۔ حالانکہ آپ کا سال وفات سب کے نزدیک ۸۳۹ھ ہے اور وفات کے بارے میں نہ صرف دن اور تاریخ بلکہ سال میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

ہمارے خیال میں شیخ علاؤ الدولہ سمنانی نے جو تاریخ وفات دی ہے وہی درست ہے کیونکہ آپ نہ صرف شیخ عبدالرحمن اسفرائنی کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ہیں بلکہ وفات کے وقت آپ بغداد ہی میں موجود تھے اس لئے آپ کی تحریر یعنی شب چہار شنبہ (بدھ) ۳ جمادی الاول مطابق ۲۳ جون ۱۳۱۹ء کو آپ کا وصال ہوا۔

(مصنفات سمنانی ص ۳۴۹)

وفات کے بعد آپ بغداد میں مدفون ہوئے جہاں آپ کی خانقاہ موجود تھی۔ آپ کا مزار اب بھی بغداد میں مرجع خلائق ہے

ڈاکٹر غازی محمد نعیم ایم۔ اے

صوفیہ نوربخشیہ

سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ نے اپنی دو کتابوں "کشف الحقائق" اور "صحیفۃ الاولیاء" میں اپنا شجرہ طریقت درج کیا ہے۔ یہی شجرہ تحفۃ الاولیاء از محمد علی کشمیری، فقریہ، داؤدیہ، سلسلۃ الاولیاء، الطالقانیہ، از شاہ ہمدان، اور مفاتیح الاعجاز از شمس الدین لاہجی میں بھی مندرج ہے۔ ان کے علاوہ یہ سلسلہ ان تمام تاریخی کتابوں میں بھی آیا ہے جن میں سلاسل تصوف کا ذکر ہے۔ سب سے مستند ثبوت غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کا اپنا تحریر کردہ منظوم زنجیرہ صوفیہ نوربخشیہ ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بود خواجہ اسحاق شیخم بدان
کہ در دور خود بود قطب جہاں

دگر شیخ وی بود سید علی
کہ جامع چو وی کس نیامد ولی

دگر شیخ محمود از مزدقان
بود شیخی اصلش حقیقت بدان

علا دولہ باشد دگر شیخ وی
کہ در ملک معنی ست دارا و کی

دگر نور دین عبدالرحمن طلب
کہ شد ز اسفرائین ملک عرب

دگر احمد جوزفانی بود
کہ در بحر اطوار فانی بود

دگر ابن لالا علی ازجون
کہ ارباب ارشاد گشت اوعلون

دگر نجم کبریٰ کہ از خیق است
کہ در عصر خود مرشد مطلق است

دگر شیخ عمار یاسر بود
کہ بذلش ازو بس نہ قاصر بود

دگر بونجیب است از سہرورد
کہ اتباع اویند اقطاب و فرد

دگر گشت غزالی احمد بنام
کزو ماندہ اند اولیاء تا قیام

دگر شیخ ابوبکر نساج بود
کہ گوی ولایت میدان ربود

دگر شیخ ابوالقاسم گورگان
کہ قطبیت در وقت خود بے گمان

دگر شیخ ابو عثمان مغربی
کہ بود او بکشف و عیان نبی

دگر بد علی کاتب از اولیاء
کہ بود او بدوران خود مقتدا

دگر بو علی رودباری شمر
کہ نبود چو وی مرشد معتبر

دگر خود جنید است سلطان فقر
کہ بغداد ازو بر جہاں کرد فخر

دگر خال صوری و شیخش سری است
کہ در شہر معنی ورا سروری است

دگر شیخ معروف کرخی بود
کہ او لائق صدر شیخی بود

دگر شیخ وی خود علی رضا است
کہ در شرق و غرب او امام ہدیٰ است

دگر ہست موسیٰ کاظم بنام
کہ وی را پدر بود و شیخ و امام

دگر جعفر صادق است بے نظیر
کہ وی را امام و پدر بود و پیر

دگر پیر بود و پدر در نسب
محمد کہ باقر بود در لقب

دگر ہم علی زین عباد بود
کہ پیر و پدر بود و استاد بود

دگر خود حسین است در کربلا
کہ وی را پدر باشد و مقتدا

دگر شاہ مردان علی مرتضیٰ است
کہ پیر و پدر مرشد و رہنما است

دگر مصطفیٰ پیر و پیغمبر است
کہ خلق جہاں را ہمہ رہبر است

(صحیفۃ الاولیاء ص ۵۶، ۵۷)

ترجمہ

میرے شیخ خواجہ اسحاق (ختلانی) تھے جو اپنے زمانے کے ق[illegible] جہاں تھے۔
ان کے شیخ سید علی ہمدانی تھے جن کی طرح کا کوئی ولی نہیں گزرا۔
ان کے شیخ محمود مزدقانی تھے اور وہ حقیقی معنوں میں شیخ طریقت تھے۔

ان کے شیخ علاؤ الدولہ (سمنانی) تھے جو معنوی مملکت کے دارا و کیقباد تھے۔
ان کے شیخ عبدالرحمن تھے جو اسفرائن (ایران) سے عرب میں جا بسے۔
ان کے شیخ احمد ذاکر جوزفانی (جرجانی) تھے وہ بحر اطوار کے فانی تھے۔
ان کے شیخ علی بن لالا تھے جو ارباب ارشاد میں علو مرتبت تھے۔
ان کے شیخ نجم الدین کبریٰ خیوقی تھے جو اپنے زمانے کے مرشد مطلق تھے۔
ان کے شیخ عمار یاسر بدلیسی تھے جن کی سخاوت بہت زیادہ ہے۔

ان کے شیخ ابو نجیب سہروردی تھے جن کے پیروکار اقطاب و افراد ہیں۔
ان کے شیخ احمد غزالی نامی ہیں جن سے قیامت تک اولیاء باقی ہیں۔
ان کے شیخ ابو بکر نساج تھے جو کوئے ولایت میں سبقت لے گئے۔
ان کے شیخ ابو القاسم گرگانی ہیں جو اپنے زمانے میں بے شک قطب تھے۔
ان کے شیخ ابو عثمان مغربی تھے جو کشف و عیاں کی خبر دینے والے تھے۔
ان کے شیخ ابو علی کاتب (کامل) اولیاء میں سے تھے وہ اپنے زمانے کے مقتدا و قائد تھے
ان کے شیخ ابو علی رودباری کو سمجھ کہ ان جیسا معتبر مرشد کوئی اور نہ تھا۔
ان کے شیخ سلطان فقر جنید بغدادی تھے جن کی وجہ سے بغداد پر ساری دنیا کو فخر ہے۔
ان کے شیخ اور ماموں سری سقطی تھے۔ شہر معنی میں ان کی بادشاہت تھی۔
ان کے شیخ معروف کرخی تھے۔ آپ شیوخ طریقت کی صدارت کے لائق ہیں۔
ان کے شیخ امام علی رضا تھے۔ آپ مشرق و مغرب کے امام ہدیٰ تھے۔
ان کے والد حضرت امام موسیٰ کاظم تھے جو ان کے شیخ اور امام بھی تھے۔
ان کے بعد حضرت امام جعفر صادق ہیں جو ان کے والد بھی تھے اور امام و پیر بھی۔
ان کے پیر اور پدر حضرت محمد تھے جن کا لقب باقر تھا۔
ان کے والد، استاد اور پیر حضرت امام علی زین العابدین تھے۔
ان کے والد اور مقتدیٰ شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام تھے۔
ان کے پدر گرامی، پیر اور راہنما و مرشد شاہ مردان حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام تھے۔
ان کے پیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو تمام اہل جہاں کے رہبر ہیں۔

(بحوالہ کتاب صوفیہ نوربخشیہ ص ۱۴۳ تا ۱۴۷)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

دور حاضر علم اور عرفان کی دنیا میں قحط الرجال کا دور ہے۔ اہل ظاہر کی ظاہر بین آنکھیں حقائق و معارف کے نکات اور دقائق کو دیکھنے سے قاصر ہیں اور ان کے اذہان اور قلوب میں حقیقت کی سرشاری کا فقدان ہے۔ چنانچہ اہل صوفیہ نوربخشیہ کو ان کے عظیم روحانی ورثے سے دور کرنے اور ان کے درست عقائد سے دور کرنے کی خاطر کچھ بدخواہ عجیب و غریب قسم کا پروپیگنڈا کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اہل صوفیہ کو یہ کہہ کر بھی اکثر بدظن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جناب آپ کے سلسلے میں تو صرف سات ائمہ معصومین کے اسمائے گرامی شامل ہیں آپ تو ہفت امامی یا ہشت امامی کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ یا تو ان ناقدین کو شاید معمولی حقیقتوں کا بھی شعور نہیں کہ وہ ایک شجرہ طریقت اور ایک بنیادی اعتقادی امر کے بیچ تفاوت کر سکیں یا پھر وہ جان بوجھ کر سادہ دل نوربخشی عوام کو ان کے مذہب اور عقیدے سے بدظن کرنے کے در پے ہیں۔

ایسے نام نہاد ناقدین سے ہم بصد عجز و انکسار کہیں گے کہ جناب ذرا اپنے اذہان و قلوب کو کشادہ کرکے غور فرمائیے کہ شجرہ

قارئین کے خطوط

۷۔ نوائے صوفیہ کی صدا سے دنیا کے گوشے گوشے میں بسنے والے اہل صوفیہ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ خصوصاً داغ کے باشعور بھائیوں کے جذبات ہمارے لئے قابل رشک ہیں۔

عارف حسین ترابی تھگسوی

۸۔ میں نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ وقت پر رسالہ بھیجنے پر آپ لوگوں کا شکر گزار ہوں۔ جناب علامہ محمد بشیر صاحب کا سلسلہ مضمون "آپ کے مسائل اور ان کا حل" مجھے بہت پسند ہے۔

محمد باقر ضیائی لاہور

۹۔ ایک مدت بعد نوائے صوفیہ پڑھنے کو ملا دل کو سکون آیا۔ یہ جریدہ صوفیہ نوربخشیہ کے معنوی دفاع کے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔

ایم۔ آئی۔ اے کوروی گمست

طریقت ایک اور شے ہے اور بنیادی عقائد اور چیز۔ بنیادی عقائد تکمیل ایمان کی بنیادی شرط ہیں اور ان کو مانے بغیر کوئی شخص مومن مسلمان ہونے کا دعوے دار نہیں ہو سکتا۔ پس عقیدہ امامت اہل صوفیہ کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور یہ شجرہ طریقت سے الگ اور ممتاز حیثیت کی حامل چیز ہے۔ البتہ اس شجرہ طریقت کے تمام فیوض و برکات روحانی کا سرچشمہ بارہ ائمہ معصومین کی ذوات مقدسہ ہی ہیں۔ اس ضمن میں سلسلہ الذھب الصوفیہ کے مشائخ کے سرخیل حضرت شیخ معروف کرخیؒ کا ایک ایمان افروز واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو کسی ایسے سمندر میں سفر درپیش ہوا جس میں طوفانوں کی حکمرانی تھی اور کسی جہاز یا کشتی کا سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچنا ایک معجزے سے کم نہ تھا یہ لوگ حضرت معروف کرخیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ یا شیخ ہمیں کوئی ایسی تعویذ عنایت کیجیے کہ ہم جس کے طفیل سمندری طوفانوں سے مامون رہ کر سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ سکیں۔ حضرت شیخ معروف کرخیؒ نے ان لوگوں کو ایک تعویذ عنایت کر دی اور نصیحت فرمائی کہ جب طوفان کے آثار نمایاں ہونے لگیں تو یہ تعویذ پانی میں ڈال دینا انشاء اللہ طوفان رک جائے گا۔ چنانچہ جب ان کا بحری سفر شروع ہوا اور حسب توقع طوفان کے آثار ہویدا ہونا شروع ہو گئے تو انہوں نے شیخ کا عنایت کردہ وہ پرزہ کاغذ نکالا اور ساتھ ہی تجسس پیدا ہوا کہ بھلا حضرت شیخ نے اس میں ایسی کیا بات درج کی ہو گی جو اتنے یقینی اور تباہ کن سے نجات کا پروانہ ثابت ہو۔ چنانچہ اس تجسس کی تسکین کے لئے کاغذ کے اس پرزے کو کھولا گیا۔ تو یہ تحریر نظر آئی "اے طوفان معروف کرخیؒ کے سر کا واسطہ تو ٹھہر جا اور ان مسافروں کے لئے سلامتی کی ضمانت بن جا۔" القصہ اس پرزہ کاغذ کو پانی میں ڈال دیا گیا اور حیرت انگیز طور پر طوفانی لہریں یوں خاموش ہو گئیں جیسے سطح آب پر ہمیشہ سے سکون کا دور دورہ تھا۔ اختتام سفر کے بعد جب یہ مریدین وطن واپس پہنچے تو حضرت شیخ معروف کرخیؒ سے دریافت کیا کہ یا شیخ اس میں کیا سر پوشیدہ ہے کہ آپ نے محض اپنے سر کا واسطہ دیا اور طوفان رک گیا۔ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ معروف کرخیؒ کے سر کو معمولی نہ سمجھو یہ وہ سر ہے جس نے برسہا برس حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے مبارک چوکھٹ پر جبیں سائی کی ہے۔

صرف اسی ایمان افروز واقعے سے ہی اہل عقل کو اس مسئلے کی حقیقت کا مکمل اور بھرپور شعور حاصل ہو جائے گا اور مقام امامت اور مقام ولایت کی بحثوں میں مزید الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ تاہم عوام الناس کے افادے کے لئے ہم معروف عالم دین حضرت ابو العرفان علامہ محمد بشیر صاحب کے الفاظ میں کچھ مزید ضروری توضیح درج کریں گے۔ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی شہرہ آفاق تصنیف "کتاب الاعتقادیہ" کے دیباچے میں عقیدہ امامت کے بارے میں پائے جانے والے گمان کا ازالہ فرماتے ہوئے آپ یوں رقمطراز ہیں۔

"وہم کیا جاتا ہے کہ کتاب الاعتقادیہ "آمنت باللہ و ملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر" کی مختصر اور جامع تشریح و توضیح کا مجموعہ ہے اور اس میں امامت پر وجوب اعتقاد کا بیان بھی موجود ہے لہذا اس مسئلے کا یہ تقاضا ہے کہ اسے بنیادی اصول میں استقلالی مقام دیا جائے۔ اس گمان کا ازالہ یہ ہے کہ بے شک "کتاب الاعتقادیہ" میں امامت پر وجوب اعتقاد کا بیان موجود ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امامت دراصل نبوت کے لئے لازم بین کا درجہ رکھتی ہے لہذا ملزوم کا ذکر اس باب میں کافی ہوا کرتا ہے۔ امر لازم چونکہ لازم بین ہے لہذا ذہن فوراً اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ البتہ تشریح و توضیح کے مقام میں امر لازم کو بھی مستقل بحث بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی تقسیم، شرائط اور ارکان وغیرہ سے ہر کوئی باخبر ہو جائے۔ کتاب کو چونکہ کسی اصل کے لازم بین ہونے کا درجہ حاصل نہیں لہذا بنیادی اصول میں کتاب اللہ کا استقلالی مقام ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے اپنی کتابوں پر ایمان کو برقرار رکھنے کی مومنین کو تاکید فرمائی۔ کتاب کو نبوت کا لازم بین قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ احکام الہی کی تبلیغ کا انحصار کتاب پر نہیں بلکہ کتاب کے بغیر بھی احکام الہی کی تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ لہذا اصل رابع کے ضمن میں کتاب کو وہ مقام لزوم حاصل نہیں جو امامت کو حاصل ہے۔

امامت کو نبوت کے لازم بین ہونے کا جو درجہ حاصل ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ قرآن کریم میں اس کا واضح ثبوت موجود ہے فرمان خداوندی ہے۔ و اذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن ط قال انی جاعلک للناس اماما ط قال و من ذریتی ط قال لا ینال عھدی

الظلمین ط (القرآن ج ۱)

ترجمہ ۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند باتوں پر آزمایا تو انہوں نے ان کو پورا کر دکھایا۔ اللہ کا ارشاد ہوا کہ (اے ابراہیمؑ) میں، تجھ کو لوگوں کے واسطے امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار اور میری اولاد میں سے۔ اللہ کا ارشاد ہوا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت ملی، رسالت ملی اور خلیل اللہ کا لقب ملا مگر ان کو اولاد یاد نہیں آئی لیکن جب اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کے واسطے امام بنائے جانے کی بشارت دی تو اس صورت میں ابراہیم علیہ السلام کا ذہن فوراً اس لزوم کی طرف منتقل ہوا اور اولاد یاد آئی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے اس منصب امامت کی آرزو کی اور ومن ذریتی کہہ کر بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوا اس پر بارگاہ الٰہی سے جواب ملا لاینال عہدی الظالمین اس پر آپ مطمئن ہوگئے۔

بصیرت ابراہیمی معنوی انداز میں اس امر کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ منصب نبوت کا کسی وقت خاتمہ ہونے والا ہے مگر اس کا لازم بین منصب امامت وہ عہدہ ہے جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ اگرچہ ابراہیم علیہ السلام کی امامت دراصل امامت نبوت تھی مگر ابراہیم علیہ السلام کا ذہن امام من حیث ھو ھو کی طرف منتقل ہوا اور آپ نے اپنی آرزو کا اظہار فرمادیا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ علوم نبوت کی وراثت لینے والی امامت یقینی طور پر نبوت کی لازم بین کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ

امامت ہی نبوت کی نیابت کرتی ہے اور علم نبوت کو صحیح معنوں میں لوگوں تک پہنچانے کا کام انجام دیتی ہے۔ اسی کا نام خلافت بھی ہے لیکن اس سے مراد وہ خلافت ہے جو صوری اور معنوی دونوں پہلو رکھتی ہے تاکہ اس میں کوئی ضعف و ناتوانی پیدا نہ ہو [illegible] امامت ہے۔

صوفیہ نوربخشیہ کے آئمہ معصومین

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ منصب امامت نبوت کا لازم بین امر ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ پاک نفوس کون کون سے ہیں جو اس منصب امامت کے صحیح حق دار ہیں۔ ذرا قرآن کا فیصلہ

سن لیجئے۔

فرمان الٰہی ہے۔

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا ط فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد0 و منھم سابق بالخیرات0 (القرآن)

ترجمہ ۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا اس لئے کہ بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور بعض نیک اعمال کی بجاآوری میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

خداوند عالم نے جن پاک نفوس کو وارثین کتاب بنایا وہ پاک نفوس بارہ ائمہ معصومین ہیں جنہوں نے منصب نبوت کے خاتمے کے بعد علوم نبوت کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ ان ائمہ کرام کے اسمائے گرامی علی الترتیب یہ ہیں۔

۱۔ آدم الاولیا، حضرت علی علیہ السلام
۲۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام
۳۔ حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام
۴۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
۵۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
۶۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
۸۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام
۹۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام
۱۰۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام
۱۱۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام
۱۲۔ حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے کتاب الاعتقادیہ میں ان ائمہ کرام کے اسمائے گرامی یا ان کی تعداد بارہ ہونے کا ذکر تو نہیں فرمایا لیکن بیان امامت کے اختتام پر یہ جو فرمایا ہے کہ

ولی علی ذکائک و ثوق فتامل و اعرف الائمۃ الماضین و الباقین و فز فوزاً عظیما۔ یعنی اے بیٹے (شاہ قاسم فیض بخشؒ) مجھے تیری حساس ذہانت پر پورا پورا اعتماد ہے تو سوچ بچار کر گزشتہ و باقی ماندہ ائمہ کرام کی خوب پہچان کر اور بڑی کامرانی سے ہمکنار ہوجا۔ اس کا اشارہ انہی ائمہ معصومین

کی طرف ہے چنانچہ ولایت پر ایمان کے بیان میں فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اولیائے کرام کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ دنیا ان کے فیوض و برکات سے ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں رہ سکتی جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے لو لا الابرار لهلک الفجار یعنی اگر نیکوکار نہ ہوتے تو بدکار لوگ تباہ و برباد ہو جاتے۔ اوّم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام ہیں اور خاتم الاولیاء حضرت امام مہدی آخر الزمان ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہل صوفیہ نوربخشیہ نماز پنجگانہ کے بعد دعائے تشفع میں اپنی بارہ ائمہ کرام سمیت چہاردہ معصومین کا واسطہ دے کر دین و دنیا کی بھلائی کی دعا مانگتے ہیں۔

نوربخشیات (گزشتہ سے پیوستہ)

صوفیہ نوربخشیہ

مولانا غلام حسن نوربخش فاضل عربی۔ ایم۔ اے

بزرگان نوربخشیہ کا مذہب

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کا سلسلہ طریقت درج کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلۃ الذہب الصوفیہ کے عظیم مرشدان حقیقت کے مذہب پر تبصرہ کیا جائے۔ جملہ اہل ایمان سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو اہل اسلام کے لئے واحد پسندیدہ دین قرار دیا ہے جس کا قرآنی اعلان ان الدین عنداللہ الاسلام کی صورت میں ہوا ہے چنانچہ سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ کے پیروکاروں کے لئے یہ قابل فخر بات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے کہ اس سلسلے کے بزرگان دین صرف اور صرف دین مبین اسلام کا پرچار کرتے رہے ہیں اور شیعہ سنی فرقہ وارانہ آلائشوں سے بلند و بالا رہے ہیں انہوں نے اپنے پیغامات اور تعلیمات میں سطحی اور محدود بات کرنے کی بجائے ہمیشہ دین اسلام کی روح کے مطابق بات کی ہے اور یوں اپنی آفاقی تعلیمات میں فرقہ وارانہ کشیدگی اور وابستگی کی بجائے عالمگیر سطح پر دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کو نمایاں کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس طرح ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے سب اہل دہر متمنی اور خواہاں ہوتے ہیں اور اس کے حصول اور ملکیت کا ہر ایک دعوے دار ہوتا ہے جبکہ پتھر اور ڈھیلے اور خس وخاشاک کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا عین اسی طرح سلسلہ نوربخشیہ کے بزرگوں کے ہیرے جواہرات جیسی انمول اور قیمتی تعلیمات کو دیکھ کر ہر کوئی ان کے باب میں حق ملکیت کا دعوے دار نظر آتا ہے۔ اور ہر فرقے کے لوگ اس ضمن میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے نظر آتے ہیں طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ لوگ ان بزرگوں کی کتابوں اور رسالوں میں موجود آفاقی تعلیمات میں کتربیونت کے ذریعے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت شیخ جنید بغدادیؒ، حضرت شیخ احمد غزالیؒ، حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ، حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ، حضرت میر سید علی ہمدانیؒ، حضرت میر سید محمد نوربخشؒ اور حضرت میر شمس الدین عراقیؒ کے بارے میں ہر مسلمان فرقے کی تحریریں گواہ ہیں جنہیں شیعہ حضرات طرح طرح کے دلائل کے ذریعے شیعہ اور سنی حضرات قسم قسم کے دلائل کے ذریعے اہل سنت ثابت کرتے ہیں۔ یہ ساری کوششیں ان بزرگوں کی قدر وقیمت، مقام و منزلت اور غیر معمولی علمی و ادبی صلاحیتوں کی وجہ سے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ ان بزرگوں کو لاشعوری طور پر نقصان پہنچانے اور ان کی تعلیمات کا دائرہ اثر محدود کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ (ان لوگوں کی جانب سے یہ کوششیں باعث تعجب نہیں ہیں حیرت تو خود اپنے لوگوں پر ہوتی ہے جو خود اپنی زبان سے اپنے اس عظیم روحانی ورثے کا انکار کر رہے ہیں چنانچہ ایک معاصر رسالے میں "اسلام کے مشہور فرقوں کے نام اور عقائد" کے عنوان سے مرد قلندر نامی ایک صاحب نے فرقہ ہائے اہل سنت کی ذیلی سرخی کے تحت حضرت شیخ جنید بغدادی، حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو اہل سنت میں شمار کیا ہے۔)

ہم اہل تحقیق ہیں۔ طباقی بیانات پر یقین نہیں کرتے اور کسی بھی مسئلے کے حل کے لئے اہل تحقیق ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اہل علم و اہل تحقیق بزرگان سلسلۃ الذہب الصوفیہ کے مذہب کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حضرت شیخ جنید بغدادی کا مذہب

حضرت شیخ جنید بغدادی شیخ سری سقطی کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ہیں اور بہت سے مشہور صوفیاء بشمول حضرت شیخ ابو علی رودباری کے استاد و مرشد ہیں۔ آپ خود بھی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن میں سے متعدد کتب و رسائل عام طور پر دستیاب ہیں جن کے انگریزی، فرانسیسی اور اردو میں ترجمے شائع ہوئے ہیں یہ کتب تصوف کی امہات الکتب میں شمار ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں جنید کی زندگی پر متعدد کتب لکھی گئی ہیں جن میں سے سیرت جنید، جنید بغداد، اور امام تصوف نامی کتابیں اردو زبان میں عام ملتی ہیں جن میں حضرت شیخ جنید بغدادی کو صرف اور صرف صوفیہ، صوفی اور امام صوفیہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ محققین کی نگارشات ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے حضرت جنید بغدادی کا مسلک و مذہب واضح ہو جائے گا۔

امام عبدالوہاب شعرانی

ان جمیع ائمۃ الصوفیۃ علی ھدً من ربھم و ان طریقۃ الامام ابی القاسم الجنید اقوم طرق القوم کلھا لتحریرھا علی الشریعۃ تحریر الجوھر

(الیواقیت و الجواھر جلد دوم ص ۹۲ بحوالہ سیرت جنید ص ۱۱۶)

اگرچہ سارے ائمہ صوفیہ اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں تاہم امام ابوالقاسم جنید کا راستہ سب سے مضبوط ہے کیونکہ وہ شریعت سے مربوط ہے۔

شیخ عبدالرحمن سلمی

اذا وفق اللہ المرید القاہ الی الصوفیۃ فیجعل نھایتہ فی الارادۃ بدایتہ فی التصوف

(مجموعہ آثار ابو عبدالرحمن سلمی ص ۱۳۹)

جب اللہ کسی مرید کو نیکی کی توفیق دیتا ہے تو اسے صوفیہ کی جانب ڈال دیتا ہے اور اس کی ساری توجہ اور سارے ارادے تصوف کے ابتدائی احکام کی جانب موڑ دیتا ہے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری

حضرت جنید بغدادی جمیع علوم کے جامع اور دور اول کے نامور شیخ طریقت تھے انہوں نے تصوف کو مدون کیا۔ صوفیائے کرام میں ان کی حیثیت مجدد کی ہے وہ شریعت و طریقت کے جامع اور مرجع خلائق تھے۔ انہوں نے رشد و ہدایت کا ہنگامہ بپا کیا۔ بزم طریقت کے ساتھ انہوں نے میدان رزم و جہاد کو بھی آراستہ کیا ان کے دور کے نامور مشائخ اور اہل عرفان ان سے ملاقات اور حصول فیض کو سعادت سمجھتے تھے۔

(مقدمہ سیرت جنید ص ۳۰)

ابن اثیر الجزری

امام الدنیا فی زمانہ و عدۃ العلماء و شیخ مذھب التصوف

وہ اپنے زمانے میں امام جہاں، علماء کے سرخیل اور مذہب تصوف کے شیخ تھے۔

(الاعلام زرکلی جلد دوم ص ۱۳۸ سیرت ۴۰)

ڈاکٹر حسن منوچہر

جنید از بزرگان صوفیہ و جملہ بر امانت او متفق اند

جنید اکابر صوفیہ میں سے ہیں سب ان کی امانت پر متفق ہیں۔

(کارنامہ بزرگان ایران ص ۹۲)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی

درمیان صوفیہ معروف است بسلطان المحققین ------ لسان التصوف ارادت و توسل اکثر اولیاء باوست

آپ صوفیہ کے درمیان سلطان المحققین ------ لسان تصوف مشہور ہیں۔ اکثر اولیاء آپ کے ارادت مند اور آپ کے متوسل ہیں۔

(سیرت جنید ص ۴۵)

اسماعیل بن مجید

ان فی الدنیا ثلاثۃ من ائمۃ الصوفیۃ لا رابع الجنید

للبغداد ، و ابو عثمان نیشابور و ابو عبداللہ الجلاء بالشام

(طبقات الصوفیہ ص ۱۷۶)

اس وقت دنیا میں تین ائمہ صوفیہ ہیں جنید بغداد میں، ابو عثمان نیشاپور میں اور ابو عبداللہ الجلاء شام میں۔

آیت اللہ مطہری

جنید معتدل صوفی سمجھے جاتے تھے۔

(سیر و سلوک ص ۶۲)

سید امیر علی

حضرت جنید اسلام کے اولین صوفیاء میں سے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انہوں نے فرمایا صوفیوں کا نظام عقائد دین کی ایمانیات اور قرآن سے ایک راسخ رشتے میں مربوط ہے۔

(روح اسلام ص ۶۵۴)

فضل احمد

چونکہ وہ (جنید بغدادی) علم تصوف کے متکلمین کے سرگروہ ہیں اور اس باطنی علم میں ان کی تحریریں اور تقریریں مستند حیثیت کی حامل ہیں اس لئے یہ اس لئے انہیں یہ لقب (لسان التصوف) دیا گیا۔ بلاشبہ تصوف کی نمود حضرت ہی کی مرہون منت ہے۔

(سیرت جنید ص ۹۶)

علامہ تغری بردی

الشیخ الزاهد الورع المشهور كان سيد الطائفة الصوفيه من كبار القوم و ساداتهم

(النجوم الزاهرة ۱۶۸)

شیخ زاہد اور متقی صوفیہ کے سرگروہ اور مشائخ کبار اور صوفیائے کرام کے سرداروں میں سے تھے۔

عبدالرحمن بن جوزی

لازم التعبد و تکلم علی طریقة الصوفیة

(المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵)

انہوں نے عبادت گزاری اختیار کی اور مسائل تصوف پر گفتگو کی

تاج الدین سبکی

شیخ طریقة التصوف و علم الاولیاء فی زمانه

(طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸)

طریقہ تصوف کے مرشد اور اپنے زمانے کے اولیاء کے سرخیل۔

ابو محفوظ الکریم

و یعتبر الجنید البغدادی من کبار الصوفیة و کلامه مقبول علی جمیع الالسنة

(حاشیہ مسئلہ صفات الذاکرین ص ۳۶۵)

جنید بغدادی کو اکابر صوفیہ میں سے سمجھا جاتا ہے اور آپ کا کلام تمام زبانوں پر مقبول ہے۔

حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی کا مذہب

آپ کا نام عبدالقاہر لقب ضیاء الدین کنیت ابو نجیب اور نسبتی نام سہروردی ہے۔ دعوات الصوفیہ کے چھاپی نسخوں میں غلطی سے ابو نجم آیا ہے۔ آپ نے آداب المریدین کے نام سے ایک مبسوط کتاب عربی میں لکھی جس کا فارسی اور اردو میں ترجمہ ہوا ہے۔ بعض نے اس کی شرح لکھی ہے۔ اس کا اردو اور فارسی ترجمہ اور عربی متن عام دستیاب ہے۔ یہ کتاب بھی تصوف کی امہات الکتب میں شمار ہوتی ہے۔ اپنے موضوع پر نہایت قابل قدر ضخیم کتاب ہے جس میں آپ نے تصوف پر شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے جس سے آپ کا مسلک صوفیہ ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے اور جس کی موجودگی میں مزید شواہد کی ضرورت نہیں تاہم متشکک اذہان کی تسکین کے لئے ذیل میں محققین کی تحقیقات یکجا کی جاتی ہیں۔

شمس الحسن خان

آپ چھٹی صدی کے مشہور صوفیائے کرام میں سے تھے۔

(مقدمہ عوارف المعارف ص ۳۳) (جاری ہے)

شکور علی انور فاضل عربی۔ بی۔ اے

روح اور روحانیت

روح کی صورت

ظاہراً روح کی کوئی شکل و صورت نہیں ہوتی ہے یہ معقول اور اعتباری چیز ہے جس کا تعلق عقل سے ہوتا ہے۔ یہ ایک لطیف چیز ہے اور اسے لطیف نظروں سے ہی دیکھا جا سکتا ہے یعنی سری، قلبی یا معنوی نظروں سے اس کی صورت دیکھنا بکمال مراقبہ و تفکر ممکن ہے جو از خود ایک ہیئت و صورت میں اپنی مخصوص قوت کے ساتھ متحرک نظر آتی ہے جس قدر مفکر کی روحانی قوت مستحکم اور توانا ہو گی اسی حد تک اس کی صورت بھی نمایاں، روشن اور مکمل ہو گی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم افلا یتدبرون (حم سجدہ آیت ۵۳)

ہم عنقریب ہی اپنی نشانیاں اطراف میں اور خود ان کے اندر دکھا دیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔

یعنی یہ قوت بندے کو اپنی معرفت اور اعلیٰ خواص کی بدولت فراہم ہوتی ہے چونکہ بندہ جتنا نیک اور مخلص ہو گا خدا کی ذات روح متشکل بن کر اس کی فطرتی تقاضوں سے سامنے آتی ہے اور وہ وصال حق کی لطافت سے شرفیاب ہو جاتا ہے۔

علامہ شہید مرتضیٰ مطہری لکھتے ہیں۔

اگرچہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کے لئے بلند ترین اور اعلیٰ ترین معرفت خود اس میں ہے اور اس کے باطن ہی سے ہاتھ آتی ہے۔ تاہم ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کے مقابل عام فطرت کی کوئی وقعت ہی نہ ہو۔ کیا فطرت خدا کی نشانی اور خدا کا آئینہ نہیں اور فقط دل ہی خدا کا آئینہ ہے؟ نہیں بلکہ جس طرح دل خدا کا آئینہ ہے اسی طرح فطرت بھی خدا کا آئینہ ہے۔

(انسان کامل ص ۲۳۲)

حضرت عارف رومی علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

اے کمان تیرہا برساختہ

اے تیر کمان والے شکاری (سالک) خزانہ تیرے قدم کے نیچے ہے اور تو دور دور خیال دوڑاتا ہے۔

روح کی صورت کس جگہ رونما ہو گی اور اس کی کیا کیفیت ہو گی اس بارے میں شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ لطیف تبصرہ فرماتے ہیں۔

"روح کا دائرہ ناک کے مقابل رونما ہوتا ہے۔ زبان کا نور مدور نہیں ہوتا بلکہ محض نور کی بارش ہے۔ کان کے دو نوری نقطے ہوتے ہیں جو آنکھوں کے دائروں کے پرے ظاہر ہوتے ہیں۔

(زبدۃ المناقب ص ۱۴)

انوار روح

روح حضرت روح باری سے اضافت ہے۔ اس کی قوت صورت رنگ و وسعت اور گہرائی و گیرائی کا اندازہ کرنا انسانی عقول کے بس کا روگ نہیں ہے لیکن صلحاء، اہل عرفان اور علماء اہل طریقت نے لطیف و دلنشین تفسیریں کی ہیں۔ روح ایک لطیف اور نورانی شے جس کے انوار اہل ایمان اور حاملین طریقت کے دلوں پر ضوافشاں ہوتے ہیں۔ ان روحانی انوار کو اہل عرفان انوار متنوعہ غیبیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ انوار طاعت و عبادت اور ریاضت کی منزل نہیں ہوتے یہ فقط وہ واردات ہوتے ہیں جو قلوب صافی پر وارد ہوتے ہیں۔ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ امامت حقیقی کے اوصاف کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ و للجھاد الاکبر ینبغی ان یکون الامام ولیا کاملا فی مقامات الولایۃ من اطوار السبعیۃ القلبیۃ و الانوار المتنوعۃ الغیبیۃ (الفقہ الاحوط باب الجہاد

یہ انوار متنوعہ غیبیہ ہیں جو دل پر واقع ہونے والے سات اطوار کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں۔

حضرت شمس السالکین علاؤ الدولہ سمنانی صفات قلب کے بیان میں لکھتے ہیں۔ "ایسا شخص زمانوں میں ایک ہوا کرتا ہے۔ اس کی علامت ہے نور تمکین کہ اس کا رنگ سبز ہوگا۔ کبھی سرخ رنگ اس کے بیچ میں ظاہر ہوگا جس کے لئے کوئی جہت معین نہ ہوگی اسے ہر طرف سے ہمیشہ اور برابر دیکھا جاسکے گا۔ آنکھیں بند ہوں یا کھلی ہر حال میں رنگ نظر آتا رہے گا۔ درحقیقت یہ نور مصطفوی کا خاصہ ہے امر نبوت کے رازوں میں

سے ایک گنج ہے جو تمکین پر جلوہ فگن تھا ہے سوور انداختہ

(العروۃ ص ٢٨٨)

بعض اہل ریاضت اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ انسان جب نفس کے خواہشات اور آلائش سے صفائے حقیقی حاصل کر لیتا ہے تو وہ نفس کے فسق و فجور کی تمیز کرتا ہے اور اس کی کارستانیوں سے بچنے کی سعی جاری رکھتا ہے اس کے سامنے میں ایک بے رنگ روشنی ظاہر ہو جاتی ہے جسے نور طاعت کہیں گے۔ وہ ایک نور ہے جسے مکمل طور پر چھپنے کی قوت نہیں ملی ہے۔ حضرت نجم الدین دایہ کے نزدیک نفس مقام لوامگی پر پہنچتا ہے تو اس کا رنگ ازرق (نیلگون) ہوگا۔ یہ رنگ نور روح اور نور ذکر کے امتزاج سے رونما ہوتا ہے۔ ایک طرف نفس کی تاریکیاں ابھی (مکمل طور پر) نہیں چھٹی ہوتیں اور دوسری طرف روح کی تابانی ہوتی ہے اور یوں نفس کی ظلمت کی رکاوٹ روح کے رنگ کو نیلا بنا دیتا ہے۔ اور جب نفس کی ظلمت گھٹ جائے تو نور روح میں اضافہ ہونے لگتا ہے اس وقت نور سرخ رنگ میں مشاہدہ ہوگا جب اس حالت سے نور ترقی کرے گا تو زرد رنگ پیدا ہوگا اور جب ظلمت نفس ختم ہو جائے گی تو سفید نور رونما ہوگا۔ نور روح صفائے قلب کے ساتھ امتزاج پکڑے گا تو اس وقت نور سبز رنگ میں ظاہر ہوگا پھر جب دل تمام اور مکمل طور پر صاف و شفاف بن جائے گا تو اس وقت نور سورج کی کرنوں کی طرح رونما ہوگا اور سورج کی طرح چمکنے لگے گا۔

(مرصاد العباد ص ٣٠٦)

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے ان انوار کو کچھ اس انداز میں بیان فرمایا ہے۔

"جب تمام نفسانی امراض سے دل مبرا اور مصفا ہو کر ذکر میں مشغول رہے گا تو دل کی صفائی میں اضافہ ہوگا طور دل سے سر کی طرف ترقی کرے گا سرخ رنگ اگرچہ رنگ دار ہوتا ہے لیکن یہ زرد رنگ میں تبدیل ہوگا جو کہ سرخ نور سے زیادہ صاف ہے۔ اور پھر دل صفائے باطن کی تمام عافیتوں کو پالے گا۔ نور معرفت خداوندی اور علوم حقائق سے منور ہو کر ذکر حق میں اتنا مشغول رہے گا کہ وہ لمحہ بھر بھی غیر اللہ کی یاد گوارا نہیں کرے گا اس وقت زرد نور سفیدی میں بدل جائے گا کیونکہ سفید نور زرد نور سے زیادہ صاف و شفاف ہوتا ہے۔

(رسالہ نوریہ ص ٣٧)

دوسری جگہ مراتب انوار کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ پہلا مرتبہ نور مطلق کے انوار سے مرتب ہے یہ بیاض مطلق اور ہویت سے تعلق رکھتا ہے یہ نور تمام رنگوں شکلوں، صورتوں، اور مثالوں سے معرا و منزہ ہوتا ہے۔ فصیح لوگوں کی فصاحت اور عارفوں کی اشارات اس بے نشان اور بے رنگ نور کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

علماء کے فہم اور حکماء کی عقول ذات باری کے اس نور کی حقیقت کو ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔

(رسالہ نوریہ قلمی ص ٢)

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ان انوار متنوعہ غیبیہ کو تجلیات کے عنوان سے معنون کرتے ہیں جسے جعفر بدخشی نے یوں جمع کیا ہے۔

"ترقی پذیر سالک پر زمان اپنے وجود کو مصفا، واضح، روشن اور کامل پاتا ہے حتی کہ اس غایت کو جو صفائے قدیم ہے پہنچ جاتا ہے اور صفائے قدیم کی کوئی انتہا نہیں۔ اس بارگاہ سے جو کچھ بھی اسے ملتا ہے عالی قدر ہی ہوتا ہے لازما ہمت کو مقید نہیں کرتا کیونکہ مقصود مقید ہونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لیس کمثل شیئی و هو السمیع البصیر (سورۃ شوری آیت ٩) اس جیسی کوئی نہیں ہے اور وہ سمیع اور بصیر ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ روح کا یہ رنگ دراصل ایک ایسا درخشاں نور ہوتا ہے یہ نور جب مؤمن کامل کے دل پر جلوہ فگن ہوتا ہے اس دل کو اسی نور سے تمکین و تسکین حاصل ہوتی ہے اور

اس کی قلبی کیفیات پر غلبہ پا کر اس کی روح کو لطیف نورانی اور شفاف بنا کر نور اقدس جو روح مقدس کی تجلی ہوتا ہے اس کا آئینہ بن جاتا ہے۔ و یسعی نورھم بین ایدیھم (سورۃ الحدید آیت ۱۲) ان کا نور ان کے آگے دوڑتا ہے۔

یہی ایمان کامل اور اطاعت حق کا نور ہوگا۔

روح اور اس کے انوار مشاہدہ اور مکاشفہ کی راہوں کی شمعیں ہیں۔ جن جن لوگوں کو خدائے لم یزل ان انوارات سے نوازتے ہیں وہ ان کے لاکھوں ثمرات سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ حضرت امام العارفین احمد غزالی علیہ الرحمہ ان انوارات کا تعین یوں کیا ہے۔

۱۔ نور ہدایت
۲۔ نور عنایت
۳۔ نور استقامت
۴۔ نور معرفت
۵۔ نور احسان
۶۔ نور یقین
۷۔ نور صدق
۸۔ نور رعایت
۹۔ نور انابت
۱۰۔ نور اجابت
۱۱۔ نور وجد
۱۲۔ نور سعادت
۱۳۔ نور وحدانیت
۱۴۔ نور جلال
۱۵۔ نور عظمت

ان انوار کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ نور ہدایت

یہ وہ نور ہے جو آدمی کے دل کی پاکی کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ تمام امور سے واقف ہو جائے اور بندگی کے راز کو دیکھ لے۔

۲۔ نور عنایت

اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی کی آنکھ اللہ کے غنی ہونے کو دیکھنے کے لئے کھول دی جاتی ہے تاکہ وہ اس کی بے نیازی کے آثار دیکھ سکے۔

۳۔ نور استقامت

نور استقامت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اس کی ذات کے بحر میں غرق کیا جاتا ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کی عصمت نہ ہوتی تو وہ ہر لحظہ میں ہزار جانیں ذلیل کرتا تب جا کر اس میں استقامت پاتا اور مہذب بن سکتا۔

۴۔ نور معرفت

نور معرفت کشف ہوتا ہے کہ آدمی ایک سورج کو دیکھتا ہے جو اس کے سر کے مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کے دل کے مغرب میں چمکتا ہے۔ اس نور کا اثر اس پر یہ ہوتا ہے کہ تمام مخلوقات کی معرفت کو اس کے دل کے مطالع میں رکھا جاتا ہے۔

۵۔ نور احسان

یہ ایک تابندہ نور ہے جو آدمی کی آنکھ کو مغلوب کرتا ہے ہر چند آدمی چاہتا ہے کہ حق کا شکر ادا کرے لیکن عاجز رہتا ہے۔ اس نور کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخلوقات کی طرف سے بھی جو احسان اس کو پہنچتا ہے اس کو اس کے دل کے نزدیک حاضر کیا جاتا ہے۔ اس پر یہ ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ تمام احسان حق نے کئے ہیں بندوں نے نہیں کئے۔

۶۔ نور یقین

اس نور کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی فنا کو دیکھتا ہے اور دنیا سے نفرت کرتا ہے۔

۷۔ نور صدق

اس نور کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی راستی کی حد پر نگاہ رہتی

(جاری ہے)

پروفیسر شہزاد بشیر سے انٹرویو

ڈاکٹر غازی محمد نعیم وجی ایچ معروفی

گزشتہ دنوں امریکہ کی مشہور درسگاہوں میں مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے مرشدان حقیقت پر تحقیق میں مصروف دو پروفیسر صاحبان ڈاکٹر شہزاد بشیر صاحب اور ڈاکٹر جاوید جمال الیاس صاحب اپنے چند روزہ تحقیقی دورے پر پاکستان تشریف لائے۔ ادارہ نوائے صوفیہ نے اس موقع پر پروفیسر صاحبان کا انٹرویو کیا۔ امید ہے کہ ان صاحبان علم کی قیمتی آرا، سلسلۃ الذہب کے جملہ پیروکاروں کے لئے معلومات افزا اور ایمان افروز ثابت ہوں گی۔

نوائے صوفیہ۔ پروفیسر صاحب آپ اپنے تعلیمی پس منظر اور موجودہ علمی و تحقیقی مصروفیات کے بارے میں کچھ بتائیے۔

پروفیسر شہزاد۔ میں نے ایچی سن کالج لاہور سے بارہویں تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد امریکہ میں گریجویشن اور اس کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ میرا پہلا تحقیقی کام سید محمد نوربخشؒ کی سوانح حیات اور افکار پر ہے اور اب میں ان کی وفات کے بعد کی تاریخ نوربخشیہ پر کام کر رہا ہوں اس کے علاوہ میں چودھویں صدی میں شروع ہونے والی ایک اور مذہبی تحریک جس کا نام حروفیہ ہے، پر بھی کام کر رہا ہوں۔

نوائے صوفیہ۔ آپ نے شاہ سید محمد نوربخشؒ کو اپنے ڈاکٹریٹ کے لئے کیوں موضوع کے طور پر منتخب کیا؟

پروفیسر شہزاد۔ تحقیقی لحاظ سے مجھے سب سے زیادہ دلچسپی تاریخ اور تصوف سے تھی اور میری شروع ہی سے یہ کوشش تھی کہ ڈاکٹریٹ کے لئے کسی منفرد موضوع اور شخصیت کا انتخاب کروں۔ سید محمد نوربخشؒ ان دونوں اطوار سے مجھے موزوں نظر آئے اور ان کے افکار میں میں نے اتنا بہت کچھ پایا جس کا پہلے مجھے گمان نہیں تھا۔ عمومی طور پر میں بہت خوش ہوں کہ میں نے پندرھویں صدی کے اتنے اہم بزرگ پر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔

نوائے صوفیہ۔ سید محمد نوربخشؒ نے دعویٰ فرمایا ہے کہ ان کی تحریک امت مسلمہ کے مابین اختلافات کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ اس دعویٰ کی سچائی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

پروفیسر شہزاد۔ سید محمد نوربخشؒ کے جتنے بھی رسائل اور خطوط وغیرہ میری نظروں سے گزرے ہیں ان میں یہ بات بہت واضح ہے۔ مثلاً جب وہ کسی موضوع پر اظہار خیال کرتے ہیں جیسا کہ رسالہ معراجیہ میں انہوں نے معراج رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھا ہے تو انہوں نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ مختلف لوگوں کی اس مسئلہ پر رائے دراصل وجہۃ نظر کی بات ہے اگر فلسفی ایک بات کہتے ہیں اور اہل سنت اور اہل تشیع دوسری تو یہ اختلاف ایک دوسرے کی بات سمجھنے سے آسانی سے رفع کیا جا سکتا ہے۔ سید نوربخشؒ کی اکثر تصنیفات اسی طرح سب مسلمانوں میں مفاہمت پیدا کرنے پر بہت زور دیتی ہیں۔

نوائے صوفیہ۔ سلسلۃ الذہب کے صوفیائے کرام میں کیا خاص بات نظر آتی ہے جو انہیں ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہے؟

پروفیسر شہزاد۔ میری نظر میں بزرگان سلسلۃ الذہب کی ایک بہت خاص بات ان کے افکار اور اعمال میں مکمل اتفاق ہے۔ سلسلہ کے سب بزرگ بہت ماہر مصنف تھے اور ان کے بارے میں جو تاریخی مواد میسر ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بہت متقی اور عبادت گزار بھی تھے۔ اس طرح کی فکر و عمل کی موافقت، عمدہ اخلاق او کردار کی نشاندہی کرتی ہے۔

نوائے صوفیہ ۔ نور بخشی معاشرے میں کس بات نے آپ کو زیادہ متاثر کیا؟

پروفیسر شہزاد ۔ بلتستان جا کر کچھ ایسا لگا کہ نور بخشی معاشرے میں آج کل کچھ تناؤ ہے مگر یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ لوگ امن و امان اور مہذبانہ طریقے سے اپنے اختلافات ایک دوسرے کو پہنچاتے ہیں۔

نوائے صوفیہ ۔ فقہ احوط کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

پروفیسر شہزاد ۔ عملی طور پر نور بخشی مسلک پر قائم رہنے کے لئے یہ ناگزیر گنجینۂ علم ہے۔

نوائے صوفیہ ۔ سید محمد نور بخش سے منسوب بعض تصانیف مثلاً نجم الہدیٰ، کشف الحقیقت، کتاب نور بخشیہ، رفع اختلاف اور مشجر الاولیاء وغیرہ کے بارے میں بعض جدید محققین کا خیال ہے کہ یہ کتابیں ان کی اپنی تصنیف کردہ نہیں بلکہ بعد میں ان سے منسوب کی گئی ہیں۔ آپ کی تحقیق کیا کہتی ہے؟

پروفیسر شہزاد ۔ ان کتب کے مسائل کچھ فرق فرق ہیں۔

"نجم الہدیٰ" اور "کشف الحقیقت" تو حتماً سید محمد نور بخش کی نہیں ہیں۔

"کتاب نور بخشیہ" اور "رفع اختلاف" کے بارے میں مجھے صرف بلتستان آکر ہی پتہ چلا۔ میں نے ترکی، ایران اور یورپ میں پائے جانے والے سید نور بخش کی تصنیفات کے سارے نسخے جمع کئے ہیں اور ان میں ان دونوں کتابوں کا حوالہ کہیں نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے میرے خیال میں یہ بھی سید نور بخش سے غلط منسوب کی جاتی ہیں۔

"مشجرۃ" یا "مشجر الاولیاء" کا حوالہ کچھ کتابوں جیسے نور اللہ شوستری کی مجالس المؤمنین اور حافظ حسین کربلائی کی روضات الجنان و جنات الجنان میں ملتا ہے مگر اس میں جو متن ہے وہ وہی ہے جو "سلسلۃ الاولیاء" کا ہے۔ فی الحال میرا نظریہ یہ ہے کہ "سلسلۃ الاولیاء" کا کچھ حصہ سید نور بخش کی تصنیف ہو سکتا ہے مگر اس کی تکمیل ان کی وفات کے بعد ان کے کسی خلیفہ نے کی ہے۔

نوائے صوفیہ ۔ آپ کے خیال میں سید محمد نور بخش کو ایک علیحدہ فقہی دبستان قائم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

پروفیسر شہزاد ۔ میرے خیال میں اس کی ضرورت مسلمانوں میں اختلافات کی وجہ سے پیش آئی۔ مشرق وسطیٰ میں مغلوں کی یلغار کے بعد ایران اور ایشیاء وسطیٰ کی اسلامی معاشرت بہت مصیبتوں سے دوچار تھی جس کی وجہ سے فرقوں میں اختلاف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ سید محمد نور بخش کی پیدائش اسی زمانے میں ہوئی اور یہ ان کی روشن فکری اور ذہنی قابلیت کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ان مسائل کو ایک نئے فقہی مسلک کی بنیاد ڈالنے سے دور کرنے کی کوشش کی۔

نوائے صوفیہ ۔ مستقبل میں آپ حضرت شاہ سید محمد نور بخش پر اور کیا تحقیقی کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

پروفیسر شہزاد ۔ بس اب نور بخشیہ پر ایک مکمل کتاب لکھنے کا ارادہ ہے۔

نوائے صوفیہ ۔ نوائے صوفیہ کی افادیت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

پروفیسر شہزاد ۔ نوائے صوفیہ انتہائی مفید جریدہ ہے۔ اس کے ذریعے نور بخشی دین اور ثقافت کا تحفظ ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ نور بخشی مسائل پر تبادلہ خیالات کے لئے یہ بہت موزون ہے۔ میں آپ کو بہت مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے یہ جریدہ شروع کیا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اس سلسلے میں اور صحت اور ثابت قدمی کی توفیق دے۔

نوائے صوفیہ ۔ نور بخشی نوجوانوں کے لئے کوئی پیغام دیجئے۔

پروفیسر شہزاد ۔ خواندگی اور تعلیم پر زور دیں اور اپنے مسلک کی تاریخ اور اس کے منفرد نقطہ نظر کو برقرار رکھیں۔

پروفیسر جمال الیاس سے انٹرویو

نوائے صوفیہ ۔ پروفیسر صاحب آپ کس سلسلے میں پاکستان تشریف لائے تھے؟

پروفیسر الیاس ۔ میں امیر سید علی ہمدانی کے آثار و افکار پر تحقیق و تفتیش کرنے کے سلسلے میں آیا ہوں۔

نوائے صوفیہ ۔ آپ کا تعلیمی پس منظر اور موجودہ علمی اور تحقیقی مصروفیات؟

پروفیسر الیاس ۔ میں نے لاہور میں گریجویشن کرنے کے بعد باقی تعلیم امریکہ میں حاصل کی ۔ جہاں میں نے بی ۔ اے ۔ ایم ۔ اے اور پی ایچ ڈی دینیات میں حاصل کیا اور ایک ایم اے ترکی ادبیات میں بھی ۔ میری موجودہ علمی مصروفیات بالخصوص سلسلہ کبرویہ (یعنی سلسلہ الذھب) کی تاریخ سے متعلق ہیں۔

نوائے صوفیہ ۔ آپ نے حضرت علاؤالدولہ سمنانی کو اپنی تحقیق کے لئے کیوں چنا؟

پروفیسر الیاس ۔ مجھے صوفیانہ تفسیر قرآن پاک پڑھنے کا بہت شوق تھا اور اتفاقاً تفسیر شیخ نجم الدین کبریٰ پڑھتے ہوئے شیخ علاؤالدولہ سمنانی کی تفسیر بعنوان "نجم القرآن" بھی زیر نظر ہوئی اور ان کے عارفانہ نظریہ فکر سے میں اس قدر متاثر ہوا کہ میں نے ان کے افکار و آثار کا تفصیلی جائزہ لینے کا فیصلہ کیا۔

نوائے صوفیہ ۔ حضرت علاؤالدولہ سمنانی اور سلسلہ الذھب کے دیگر بزرگوں کی تعلیمات میں آپ کو کیا خاص بات نظر آئی جو انہیں دیگر مسلم علماء اور صوفیاء سے ممتاز کرتی ہو؟

پروفیسر الیاس ۔ ان کی انفرادیت اور روشن فکری اور پیری مریدی کے امراض سے دوری۔

نوائے صوفیہ ۔ کیا دور جدید میں میں تصوف کی عملی افادیت ہے؟

پروفیسر الیاس ۔ ضرور ۔ میرے نقطہ نظر کے مطابق صوفیانہ زندگی طرز عمل ہی اسلامی انداز حیات کی بہترین مثال ہے۔

نوائے صوفیہ ۔ مختصراً بتائیے کہ اسلامی صوفیانہ معاشرے کا جدید امریکی معاشرے سے تقابل آپ کے ذہن میں کیا تاثرات پیدا کرتا ہے؟

پروفیسر الیاس ۔ امریکی معاشرے میں سب سے زیادہ اہمیت انفرادیت اور دل لگا کر کام کرنے کو دی جاتی ہے بہت حد تک امریکی معاشرے کے رجحان اور حقیقی صوفیانہ طرز زندگی (یعنی پیر پرستی سے جدائی) میں کافی اتفاق ہے۔

نوائے صوفیہ ۔ آپ کے خیال میں علم تصوف کا مستقبل کیا ہے؟

پروفیسر الیاس ۔ میرے سوچنے میں علم تصوف کی بنیاد علم اور تعلیم پر ہے ۔ جب تک یہ اہم اساس مضبوط نہ ہوں علم و عمل تصوف نہایت خطرے میں ہیں۔

نوائے صوفیہ ۔ بلتستان کے نوربخشیوں کے صوفیانہ معاشرے کو آپ نے کیسا پایا؟

پروفیسر الیاس ۔ میں ان کی مہمان نوازی اور امن پسندی سے نہایت متاثر ہوا ہوں۔

نوائے صوفیہ ۔ صوفیہ نوربخشیہ مکتب فکر کی کس خاص بات نے آپ کو زیادہ متاثر کیا؟

پروفیسر الیاس ۔ افسوس ہے کہ ابھی تک مجھے بلتستان میں پائی گئی کتابوں کو غور سے پڑھنے کا موقع نہیں ملا ہے ۔ مگر مختصر جائزے کے بعد میں صوفیہ نوربخشیہ کی صوفیانہ معاشرے کو برقرار رکھنے کی جدوجہد سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

نوائے صوفیہ ۔ آپ کے نزدیک صوفیہ نوربخشیہ کے مذہبی ورثے کے تحفظ اور احیائے نو کے لئے کیا اقدامات ضروری ہیں؟

پروفیسر الیاس ۔ تعلیم، تعلیم اور تعلیم۔

نوائے صوفیہ ۔ نوائے صوفیہ کی افادیت کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

پروفیسر الیاس ۔ میرے خیال میں بلتستان میں خواندہ افراد کی اپنی ثقافت اور دین کے بارے میں (تعلیم کا) نوائے صوفیہ سے عمدہ ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

نوائے صوفیہ ۔ بلتستان میں سید علی ہمدانی کی تعمیر کردہ خانقاہوں کے بارے میں آپ کے تاثرات؟

پروفیسر الیاس ۔ مجھے ان خانقاہوں کو دیکھ کر دلی خوشی ہوئی اور تعجب بھی کہ ان کی تعمیر میں کشمیری اثر کتنا زیادہ ہے۔

نوائے صوفیہ ۔ کیا آپ اہل نور بخشیہ کو کوئی پیغام دینا پسند کریں گے؟

پروفیسر الیاس ۔ میرا پیغام یہی ہے کہ وہ عمدہ سے عمدہ تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اپنی معاشرتی نیک اخلاق کو محفوظ رکھنے کے لئے کسی بھی قربانی کے لئے مستعد رہیں۔



نور بخشی دانشوروں کے ساتھ ایک یادگار تصویر (دائیں سے بائیں) ڈاکٹر غازی محمد نعیم (پاکستان) ڈاکٹر جمال جاوید الیاس (امریکہ) ڈاکٹر شہزاد بشیر (امریکہ) جی ایچ معروفی (پاکستان)

بقیہ ۔ اثبات حیات

سائنٹفک انداز میں تسلیم کرتا ہے اور اس تسلیم کے پس منظر میں خالق حقیقی کے ان احکام کی تعمیل شامل ہے جن میں تعقل اور تفکر کا راستہ اپنانے پر زور دیا گیا ہے۔ غرض فکر راست کے نتیجے میں توفیق الہی کے تحت حیات و کائنات کی ان ابدی صداقتوں کا شعور حاصل ہوتا ہے جن کے مجموعے کا نام دین اسلام ہے۔ لیکن یاد رہے کہ دین اسلام کی بنیاد خوف نہیں بلکہ یقین اور ایمان ہے۔ اور یقین اور ایمان ہی وہ قوتیں ہیں جو نفی ذات کے باطل رجحان کو اثبات ذات کے حیات بخش رویے سے بدل دیتی ہیں اور انسان کو ایک ایسے جادۂ حیات بخش کا راہی بنا دیتی ہیں جس پر محو سفر ہو کر وہ تلاش ذات کے ذریعے عرفان ذات کی عظیم منزل کو پا لیتا ہے اور عرفان ذات وہ عظیم نعمت ہے جو عرفان رب کا پیش خیمہ ہے اور جس کے بارے میں حدیث نبویؐ ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ یہ ایک وسیع تر موضوع ہے جس پر ہم انشاء اللہ اگلے شماروں میں گفتگو جاری رکھیں گے لیکن ان افتتاحی کلمات کے ساتھ ہم اپنے قارئین کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نوائے صوفیہ کے توسط سے "اثبات حیات" کی ایک ہمہ گیر فکری تحریک کا آغاز کرنا چاہتے ہیں جو دین و تصوف کی دور جدید کے تقاضوں کے مطابق تاویل کرے اور جدید انسانوں کے جملہ دکھوں کا مداوا ثابت ہو۔

(جاری ہے)

فقہی مسائل (شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کے نام بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں ۔ سائلین کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ایسا سوال بھیجا جائے جو سابقہ شماروں میں آچکا ہو اس کا جواب شائع نہیں کیا جائے گا ۔ کیونکہ ایک سوال کا جواب مکرر شائع کرنے سے چنداں فائدہ نہیں ہو گا ۔ تاہم اگر بیرونی ممالک سے کوئی ایسا سوال آجائے کہ اندرون ملک پہلے ہی اس کا جواب شائع ہو چکا ہو مگر بیرونی ممالک کے سوال کنندگان کو اس کا جواب نہ مل سکا ہو تو اس صورت میں اس سوال کا جواب مکرر شائع کیا جا سکتا ہے۔

ایک مکرر عرض یوں ہے کہ قارئین نوائے صوفیہ کو کم از کم مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط جو کہ اردو ترجمے کے ساتھ عام دستیاب ہے کے مطالعے کو اپنے شب و روز کے معمولات میں ضرور جگہ دینی چاہیئے ایسی صورت میں اکثر سوالات کا تسلی بخش جواب خود بخود مل جائے گا البتہ کوئی مسئلہ تشریح طلب ہو تو ادارہ نوائے صوفیہ کو اپنی اولین فرصت میں خط لکھئے۔

اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱۔ پرائز بانڈز کی خریداری شرعاً کیسی ہے؟

سائل محمد ابراہیم ولد اخوند علی مرحوم کوروی

سوال نمبر ۲۔ ذکواۃ کی کٹوتی سے بچنے کی خاطر ایک شخص جھوٹے حلفیہ بیان پر مشتقل فارم داخل کراتا ہے ۔ کیا اس قسم کے جھوٹ کی شرعاً گنجائش ہے؟

سوال نمبر ۳۔ اگر جھوٹے حلفیہ بیان پر مشتقل فار[م] داخل کرانے والا کوئی عالم دین ہو یا کسی مسجد کا پیش امام ہو ت[و] ایسے عالم یا پیش امام کی امامت شرعاً درست ہو سکتی ہے؟

سائل م۔ش کورو[ی]

سوال نمبر ۴۔ ایک مسلمان مرد، ایک مسلمان عورت اور ایک غیر مسلم عورت یہ تینوں ہم سفر ہیں ۔ ایک سنسان مقام پر مسلمان عورت انتقال کر جاتی ہے جبکہ مسلمان مرد اس کا محرم نہیں ہے ۔ اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

سائل ماسٹر حشمت اللہ وراس کرگل انڈیا

جوابات

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

پرائز بانڈ سکیم ایک نہایت خوبصورت جوا ہے کیونکہ بانڈز کی خریداری میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ۔ جن کا انعام نکل آتا ہے ان کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ بانڈز کی واپسی پر اصل رقم بھی مل جاتی ہو اور اس پر قرعہ میں حاصل شدہ انعام کا بھی اضافہ شامل ہوتا ہے ۔ شرعاً یہ اضافی انعام سود قرار پاتا ہے ۔ لہذا اس خوبصورت جوا میں حصہ لینا شرعاً درست نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس قسم کے جھوٹے حلفیہ بیان داخل کرانے کا شرعاً کوئی جواز

بقیہ صفحہ ۳۰ پر

جی۔ ایچ معرومی

دنیائے تصوف کی خبریں

اعتکاف نشینی کی بہار

سرزمین بلتستان تصوف کے پروانوں کے لئے بڑا زرخیز ہے۔ جہاں اس کی آبادیوں میں ایک قدرتی حسن اور کشش ہے وہاں اس کے پہاڑوں میں بھی ایک قدرتی کشش ہے۔ موسم گرما میں تصوف کے پروانے اور اہل بیت اطہار کے جاں نثار خلوت نشینی کے لئے ان پہاڑوں کا رخ کرتے ہیں اور ان پہاڑوں کا دامن ذکر الٰہی سے گونجنے لگتا ہے۔ حسب سابق اس سال بھی بلتستان کے مختلف پہاڑوں کے دامن اور غاروں میں اعتکاف اور چلہ کشی کا سلسلہ ۲۱ جولائی سے شروع ہوا۔ جس کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

۱۔ خپلو بروق میں اعتکاف نشینی کا پروگرام خپلو بروق میں ۲۷ جولائی سے شروع ہوا جس میں ایک سو بیس کے معتکفین نے حصہ لیا، جن میں سے کچھ نے سہ روزہ اور کچھ نے دس روزہ اعتکاف کا شرف حاصل کیا۔ ان خوش قسمت لوگوں میں بعض معروف علمائے دین بھی شامل تھے جن میں سید ذاکر صاحب، مولانا محمد ابراہیم فیضی صاحب، مولانا محمد محسن علی صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا عباس صاحب، مولانا محمد علی عارف صاحب اور بہت سے ائمہ مساجد کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ اس اعتکاف کی قیادت جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب فرما رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے شاگردان خاص اخوند حسن صاحب، بوا علی صاحب اور بوا محمد علی صاحب بھی شریک تھے۔ اس اعتکاف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس اعتکاف کے بعد سالک نہ صرف خود اعتکاف نشینی اختیار کر سکتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کی اعتکاف نشینی کی نگرانی بھی کر سکتا ہے۔ یہ پروگرام ۱۴ اگست کی رات اختتام کو پہنچا۔ اختتامی دعا میں شرکت کے لئے مختلف گاؤں سے لوگ راتوں رات طویل اور مشکل گزرگاہوں کو طے کرتے ہوئے پہنچ گئے تھے۔ اس موقع پر "مسجد اعتکاف" میں جو گزشتہ سال بنائی گئی ہے اور ایک سو معتکفین کی اس میں گنجائش ہے، اختتامی جلسہ ہوا۔ علماء کرام نے مختلف موضوعات پر اخلاقی، تربیتی اور روحانی تقاریر کیں اور آخر میں جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب نے عالم اسلام کی سربلندی، پاکستان کی سالمیت اور روحانیت کی ترقی کے لئے خصوصی دعا کی۔ ۱۵ اگست کی نماز فجر اور اوراد فتحیہ کے بعد تصوف کے پروانوں کا یہ جلوس محمدؐ اور آل محمد پر ہدیہ عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے خپلو وادی کی طرف روانہ ہوا۔ تھگنگ بروق میں چند مخلص کارکنوں نے شرکائے جلوس کی ضیافت کا بندوبست کیا تھا۔ پھر یہ قافلہ عشق درود و سلام کی گونج میں استقبالی حضرات سے گلے ملتے ہوئے جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا جہاں نیک دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ یہ اختتام پذیر ہوا۔

۲۔ براہ بروق میں اعتکاف نشینی ۲۱ جولائی سے جناب مولانا رستم علی انجم صاحب کی قیادت میں شروع ہوئی جس میں تیس کے قریب خوش قسمت لوگوں نے دس روزہ اعتکاف نشینی کا شرف حاصل کیا۔

۳۔ چھوربٹ بروق میں اعتکاف کی پروگرام جناب بوا کریم صاحب کی زیر قیادت ہوا جس میں پندرہ معتکفین نے حصہ لیا۔

۴۔ کورو بروق میں گزشتہ سال سے کورو بروق میں اعتکاف نشینی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے کورو ہمیشہ سے اہل تصوف کی آماجگاہ رہا ہے۔ امسال جناب مولانا شکور علی کی قیادت میں کثیر تعداد میں اہل تصوف نے اعتکاف کیا۔

یوں بلتستان بھر بہار میں موسم گرما ذکر و فکر کا موسم بہار بن کر گزرا۔

رپورٹ مولوی عبدالحمید

ڈاکٹر جمال اور ڈاکٹر شہزاد کا دورہ خپلو

مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے بزرگان دین پر ریسرچ میں معروف دو مختلف امریکی یونیورسٹیوں کے پروفیسر جناب شہزاد بشیر صاحب اور جناب جمال جاوید الیاس صاحب نے حال ہی میں بلتستان کا دورہ کیا دونوں پروفیسر صاحبان اپنے اپنے اداروں کے شعبہ دینیات سے متعلق ہیں۔ شہزاد صاحب غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ اور سلسلہ نوربخشیہ پر تحقیق کر رہے ہیں جبکہ پروفیسر جمال صاحب شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی (عم بزرگوار حضرت شاہ ہمدان) پر تحقیق کر رہے ہیں۔ جمال صاحب کی انگریزی میں دو کتابیں امریکی یونیورسٹیوں کی جانب سے شائع ہو چکی ہیں ایک تو حضرت سلطان باہو کی کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے دوسری کتاب احوال و آثار و تعلیمات حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی ہے جو THE THRONE CARRIER OF GOD کے نام سے سٹیٹ یونیورسٹی نیویارک پریس کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے ڈاکٹر شہزاد نے ایران، ترکی، فرانس، جرمنی اور برطانیہ کے سفر کئے ہیں اور اس علمی سفر کے دوران ان ملکوں میں موجود غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی تصانیف کی کاپیاں حاصل کی ہیں۔ انہیں ایک امریکی یونیورسٹی کی وساطت سے راقم کی کتاب تاریخ بلتستان بھی دستیاب ہوئی جس میں سید محمد نوربخش کی دستیاب تصانیف کی فہرست پڑھ کر انہیں اندازہ ہوا کہ ابھی غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی پانچ تصانیف انہیں نہیں ملی ہیں چنانچہ انہوں نے راقم کی ذاتی لائبریری سے ان کتابوں کے قلمی مخطوطوں کی فوٹو کاپیاں تیار کروالیں۔ دونوں پروفیسر حضرات نے براہ جاکر علامہ محمد بشیر صاحب سے ملاقات کی اور مسلک نوربخشیہ سے متعلق علمی موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔ میرے غریب خانے تشریف لائے اور یہاں لائبریری میں موجود قلمی کتابوں اور دوسرے نوادرات کو دیکھا جو تحفۃ الاحباب جیسی ضخیم کتاب سمیت دیگر کتب کی فوٹو کاپیاں بنوالیں۔ شیلو میں خانقاہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ چقچن، جامع مسجد شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، مرکزی خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ خپلو، مزار میر محمد وغیرہ کی زیارت کی۔ پھراوا میں مسجد حضرت امیر (شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) و خانقاہ نوربخشیہ اور تھگس میں حضرت میر عارفؒ اور حضرت میر اسحاق کے مقابر اور خانقاہ نوربخشیہ کی بھی زیارت کی اور ان مقامات کی تاریخی اہمیت اور اثری عظمت سے نہایت متاثر ہوئے۔ انہوں نے اخوند رضا محمد رضا سے بھی ملاقات کی۔ وہ الحاج اخوند محمد ابراہیم صاحب سے بھی ملنے کے متمنی تھے مگر ان دنوں موصوف پشاور کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ راقم الحروف کے ساتھ ان کی دو دن تک نشست ہوتی رہی اور سلسلہ نوربخشیہ بالخصوص غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی تعلیمات کے بارے میں معلومات کا تبادلہ ہوتا رہا اور راقم کے ساتھ کتابوں کے تحفے کا تبادلہ بھی ہوا۔ یوں وہ خوشگوار یادیں اور سلسلہ نوربخشیہ سے متعلق کتب اور رسائل کا ایک قابل قدر ذخیرہ لے کر امریکہ کے لئے واپس عازم سفر ہوئے۔

خانقاہ نوربخشیہ سلترو کے لئے زمین کا عطیہ

سلترو گب کھور کی قدیم خانقاہ نوربخشیہ کی توسیع و مرمت کا کام عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ اس سلسلے میں محمد خان ولد روزی نے جو اس علاقے کی ایک معزز شخصیت ہیں اور ملازمت کے سلسلے میں کراچی میں مقیم ہیں، علاقے کے اپنے دورے کے موقع پر معززین علاقہ سے ملاقات کی اور خانقاہ کی توسیع کے لئے فی سبیل اللہ خانقاہ کی مشرق کی جانب واقع مطلوبہ زمین بیاز گیتق نامی کا عطیہ دینے کی پیش کش کی جسے سید حبیب اللہ صاحب، آخوند محمد ابراہیم صاحب میر واعظ، نمبردار غلام مہدی صاحب، غلام محمد صاحب، غلام عباس صاحب مراد خان صاحب، موسیٰ خان صاحب محمد جو صاحب، محمد دین صاحب غلام مہدی صاحب غلام حسن جان محمد اور کاتب الحروف حب نامہ شکر اللہ نے جو اس موقع پر موجود تھے خوب سراہا۔

ناشر۔ انتظامیہ کمیٹی خانقاہ نوربخشیہ سلترو

حشوپی شگر میں عظیم الشان جلسہ

۲۳ ربیع الاول کو موضع حشوپی میں ایک پروقار جلسہ ہوا جس کی صدارت مفتی اعظم بلتستان جناب حاجی محمد عبداللہ صاحب نے کی سٹیج سکریٹری کے فرائض معروف شاعر احسان دانش صاحب نے سنبھالے۔ سید سلطان محمد شاہ کی تلاوت کلام اور محمد نسیم کی نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب مفتی علی محمد صاحب نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اہل صوفیہ نوربخشیہ بارہ ائمہ کرام کے حقیقی دوست دار ہیں اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ اور شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ پاک تھامے ہوئے ہیں۔ جناب شکور علی انور صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہم غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کے اتحاد بین المسلمین کے مشن کو اپنا شیوہ بنائیں گے۔ جناب مولانا اشتیاق احمد کوروی نے فرمایا کہ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔

احسان دانش صاحب نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ جناب مفتی اعظم محمد عبداللہ صاحب نے اپنے صدارتی خطبے میں کہا کہ نوربخشی پلیٹ فارم پر دیگر تمام اسلامی مکاتب فکر کے اکٹھا ہونے کی گنجائش موجود ہے۔ آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ اس جلسے کا اختتام ہوا۔

غلام حیدر حیدری
سکریٹری نشرواشاعت
تنظیم فلاح وبہبود شگر حشوپی

مدرسۃ العارفین خپلو میں جلسہ

۲ جولائی کو نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن عزیس خپلو یونٹ کے زیر اہتمام چلنے والے مدرسۃ العارفین کے ہال میں ایک پروقار تقریب ہوئی جس کی صدارت ڈاکٹر رجب علی صاحب نے کی جبکہ مہمان خصوصی میجر ڈاکٹر شاہ اللہ صاحب تھے۔ تقریب کا آغاز احمد علی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ طالبہ مس نسرین اور ہمنواؤں نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی۔ مدرسہ کے استاد جناب غلام حسین نے علم کی اہمیت اور والدین کی ذمہ داری پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ حصول علم کے لئے والدین کی توجہ اور طالب علموں کا شوق دونوں لازمی ہیں۔ مہمان خصوصی میجر ڈاکٹر شاہ اللہ صاحب نے کہا کہ قلیل مدت میں مدرسہ کی تعمیر کا کام مکمل ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہے۔ انہوں نے کہا کہ علم ایسا سرمایہ ہے جو کبھی خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا۔ انہوں نے بچوں میں انعامات تقسیم کئے۔ صدر جلسہ ڈاکٹر رجب علی صاحب نے اپنے خطاب میں قومی بیداری میں علم کی اہمیت واضح کی اور کہا کہ علم وعمل دونوں لازم وملزوم ہیں۔ انہوں نے مدرسہ کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا اور مدرسہ کے لئے ماہانہ عطیہ دوگنا کرنے کا بھی اعلان کیا۔

غلام حسین صابر
پریس سکریٹری

ڈگری کالج سکردو میں داخلہ

یکم اگست ۱۹۹۸ کو غوث المتاخرین لائبریری سکردو میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکردو کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت غلام محمد صاحب صدر این وائی ایف سکردو منعقد ہوا جس میں طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی طلبا نے گنگچھے میں انٹر کی سائنس کلاسوں کے اجراء سے پہلے ہی ڈگری کالج سکردو میں طلباء کو داخلے سے محروم کئے جانے پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور ارباب حل و عقد سے اپیل کی کہ انٹر کالج گنگچھے میں سٹاف کی تعیناتی فوراً عمل میں لائے جانے کے علاوہ ان کلاسوں کے اجراء تک ڈگری کالج سکردو میں گنگچھے کے طلباء کے داخلے کو یقینی بنایا جائے۔

شعبہ نشرواشاعت
نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

محمد اسحاق تھلوی کا انتقال

۸ اگست ۱۹۹۸ کو سکردو سے راولپنڈی آنے والی بس بٹگرام کے موضع کوٹ گلہ کے قریب موڑ کاٹتے ہوئے گہری کھائی میں جا گری جس سے ڈرائیور محمد اسحاق سمیت تیس افراد جاں بحق اور گیارہ افراد زخمی ہوئے۔ اس حادثہ میں سترہ فوجی جوان بھی جاں بحق ہوئے۔ متوفی ڈرائیور محمد اسحاق تھلوی جس

کا تعلق ضلع گانگھے کے موضع تھلے سے تھا اجتماعی ملنسار اور ہمدرد انسان تھا۔ اسلام آباد میں مقیم تھلے کے نوجوانوں نے اس حادثہ پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کے لواحقین سے اظہار تعزیت کیا ہے۔

غلام مہدی تصوفی
اسلام آباد

اظہار تعزیت

لیگل کمیٹی نوربخشیہ کراچی کا ایک ہنگامی اجلاس چیرمین لیگل کمیٹی کرنل غلام حیدر صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں نوربخشی عالم دین و مفتی جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب کے بھائی کی ناگہانی وفات پر اظہار تعزیت کے ساتھ مرحوم کی روح کے ایصال ثواب اور پسماندگان کے صبر جمیل کے لئے دعا کی گئی۔

محمد حسن دلشاد سکریٹری

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکسہ کی حلف وفاداری

گزشتہ دنوں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکسہ کی تقریب حلف وفاداری منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی سید انور حسین صاحب اور صدر حسن خان صاحب تھے۔ اس موقع پر سید انور حسین صاحب نے تنظیم کی افادیت پر روشنی ڈالی اور نئے صدر غلام عباس اور جنرل سکریٹری محمد ابراہیم صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ نو منتخب ارکان کے نام درج ذیل ہیں۔ صوفی غلام عباس، عبداللہ، محمد ابراہیم، غلام حسین گلزار، شبیر محمد، خالد حسین، وائی اے رنگین، محمد ابراہیم خلیل، محمد حسین حسینی، غلام عباس، سکندر حسین، الطاف حسین، معراج علی اور غلام حسین۔

وائی اے رنگین پریس سکریٹری

مجلس عید میلادالنبیؐ

گزشتہ دنوں جشن عید میلادالنبیؐ کے سلسلے میں حسن آباد ویلفیئر ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک پروقار تقریب صوبیدار (ر) حاجی حسن صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس موقع پر مہمان خصوصی اخوند محمد موسیٰ تھے۔ جلسہ میں مدرسہ کومیک کے طلبا کے درمیان حسن قرات، نعت خوانی اور تقریری مقابلے ہوئے جن میں اول دوم اور سوم آنے والے طلباء کو انعامات دیئے گئے۔ اس موقع پر میر واعظ کومیک سید نجف صاحب اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

عبدالحمید حنیف
غلام محمد حسن آبادی

تنظیم نوجوانان براہ بالا کا قیام

گلبرگ لاہور میں مقیم براہ بالا کے نوجوانوں کا ایک اجلاس ہوا جس میں اتفاق رائے سے ایک تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا جو ان کے مسائل کے حل کی ذمہ دار ہوگی اور لاہور اور راولپنڈی میں گیسٹ ہاؤس کی تعمیر کے لئے بھی کوشش کرے گی۔ عہدیداران کے نام یہ ہیں۔
محمد یعقوب (صدر) محمد افضل (جنرل سکریٹری) علی سینگے (خزانچی)

محمد باقر ضیائی
گلبرگ لاہور

چھوار سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا جلسہ

گزشتہ دنوں چھوار سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا ایک عظیم الشان جلسہ گورنمنٹ ہائی اسکول چھوار کے گراونڈ میں منعقد ہوا اس جلسے کی صدارت جناب سید محمد ابراہیم نے کی اور مہمان خصوصی کے طور پر بشیر احمد ذیلدار صاحب کو بلایا گیا۔ محمد نورانی کی تلاوت کلام پاک کے بعد سید علی صاحب، سی ایس او چھوربٹ کے صدر بشیر احمد گلزار صاحب اور سی ایس او سکردو کے صدر فدا حسین صاحب اور محمد الیاس صاحب نے خطاب کیا صدر جلسہ نے علم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جس میں علمی ترقی کا شوق نہ ہو وہ مردہ ہے۔ جلسے میں مختلف مقابلوں میں پوزیشنیں حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات بھی تقسیم کئے گئے۔

عبدالحمید خاور، غلام مہدی و محمد اسحاق

شاہ مردان یوتھ فیڈریشن کا مطالعاتی دورہ

سکردو سے شاہ مردان یوتھ فیڈریشن صوفیہ نوربخشیہ حیدرآباد (کھلانوق) کے چودہ رکنی وفد نے کورو اور چھوربٹ کا مطالعاتی دورہ کیا۔اس دورے میں اراکین نے اہم مقامات کی سیر اور اہم شخصیات سے ملاقات کی اور موضع فرانو کی خانقاہ صوفیہ نوربخشیہ میں موجود شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی عصائے مبارک کی بھی زیارت کی۔



شاہ مردان یوتھ فیڈریشن حیدرآباد سکردو کے وفد کی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے عصائے مبارک کی زیارت کے موقع پر لی گئی تصویر

چھوربٹ میں اعتکاف نشینی

گزشتہ دنوں چھوار چھوربٹ میں حاجی سید محمد ابراہیم صاحب کی زیر نگرانی شمع تصوف کے پروانوں نے جن کی تعداد آٹھ تھی اعتکاف نشینی کا شرف حاصل کیا۔

موسیٰ خان صدر سی ایس او

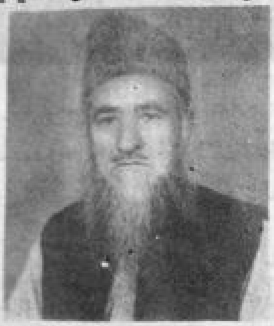
تنظیم فیضان حیدر کرار کا قیام

پیروکاران صوفیہ نوربخشیہ اورال کریس کراچی کا ایک اجلاس گزشتہ دنوں کراچی میں ہوا جس میں تنظیم فیضان حیدر کرار صوفیہ نوربخشیہ اورل کراچی کا قیام عمل میں آیا۔ عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

غلام محمد، اشرف حسین، علی حسن، محمد کاظم، علی حسن، محمد علی، غلام علی، غلام مہدی، محمد حبیب، مظفر علی۔

علامہ محمد بشیر صاحب کا دورہ بلتستان

معروف نوربخشی عالم دین اور ماہنامہ نوائے صوفیہ اسلام آباد کے مدیر و ناشر علامہ محمد بشیر صاحب مختصر دورے پر اسلام آباد سے بلتستان روانہ ہوگئے۔علامہ صاحب کو بعض دینی امور میں صلاح مشورے کے لئے بلتستان مدعو کیا گیا ہے۔



ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

مبارک بادی

ہم اراکین تنظیم صوفیہ نوربخشیہ پھونگ باماں شگر ادارہ نوائے صوفیہ کے تمام اراکین، اندرون ملک اور بیرون ملک کے تمام نمائندہ حضرات، مضمون نگاروں اور رپورٹروں کو اس رسالے کو بام عروج پر پہنچانے کی مبارک باد دیتے ہیں۔

غلام حیدر حیدری جنرل سکریٹری

اعلان

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکردو نے ڈاک خانہ سکردو میں پی او بکس نمبر 606 بک کروایا ہے۔عوام کے خطوط و پارسل وغیرہ سو روپے سالانہ فیس پر بحفاظت ان تک پہنچائے جائیں گے

این وائی ایف سکردو

اظہار تشکر

میں نوائے صوفیہ کی وساطت سے ان تمام ہمدردوں اور غمگساروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری والدہ محترمہ کی رحلت پر اظہار تعزیت کیا ہے۔

صوبیدار محمد اسماعیل عاصی سرمیکی

سعیدہ بانو

قارئین کے خطوط

نوائے صوفیہ ہر ماہ باقاعدگی سے خرید کر پڑھتا ہوں اس رسالے سے دینی و دنیاوی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

سپاہی لیاقت علی بونجی

نوائے صوفیہ کی کامیابی پر آپ لوگوں کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں ایک مضمون لکھنے کی جسارت کی ہے رسالے میں جگہ دیں۔

محمد حسین غفاری
نیشنل کالج کراچی

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری تھا لیکن ڈیڑھ سال سے گاؤں سے باہر ہونے کی وجہ سے میرے نام رسالے کی ترسیل بند ہے۔

محمد اسحاق شاکر لچت کوندوس

مضامین اور فقہی سوالات و جوابات قابل تعریف تھے۔ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل ترقی کی راہ پر رواں دواں ہے۔

شجاعت علی کورو

۱۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نوائے صوفیہ جملہ عالم پر چھا گیا ہے اور دنیا کے کونے کونے میں اہل تصوف تک بزرگان دین کی تعلیمات پہنچا رہا ہے۔

ایم گلزار سکساوی
نیشنل کالج کراچی

۲۔ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کو ساری دنیا میں متعارف کرانے میں نوائے صوفیہ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور نوربخشیوں کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ نوائے صوفیہ کا ہر مضمون دلچسپ اور معیاری ہے۔ میں نوائے صوفیہ کی وساطت سے علمائے کرام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دنیاوی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی تعلیمات کے فروغ کے لئے کام

غلام مہدی سکساوی کراچی

۳۔ نوائے صوفیہ میرا محبوب اور پسندیدہ رسالہ ہے۔ میں اس کے ہر شمارے کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جون کے شمارے کے سارے مضامین معیاری اور قابل تعریف تھے۔ میری دعا ہے کہ ہر دلعزیز نوائے صوفیہ دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔

غلام رسول خانقاہ کورو
جوائنٹ سکریٹری این وائی ایف

۴۔ ماہنامہ نوائے صوفیہ احیائے تصوف اور اتحاد بین المسلمین کا علمبردار واحد رسالہ ہے۔ اس کے ذریعے سے ہمیں نوربخشیہ کی تعلیمات سے حقیقی معنوں میں آگاہی ہوتی ہے۔ گزشتہ دو سالوں سے رسالے کے واجبات کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔ رقم بتائیں۔

غلام حسین عزیزی
منظور کالونی کراچی

جواب۔ آپ اپنا خریداری نمبر تحریر کریں اور رسالے کا واجب الادا چندہ ارسال کریں تاکہ آپ کو رسالے کی ترسیل جاری رہ سکے۔

۵۔ ۱۹۹۷ سے نوائے صوفیہ کا قاری ہوں اور میرا خریداری نمبر ۹۹۰ ہے ابھی تک مجھے صرف تین رسالے موصول ہوئے ہیں لہٰذا میں اپنا ایڈریس تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔ سالانہ چندہ ادا کر دیا ہے۔

غلام عباس
کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز کراچی

جواب۔ آپ کا چندہ وصول ہو چکا ہے اور پتہ بھی تبدیل کر دیا ہے۔

۶۔ نوائے صوفیہ کا مطالعہ نہایت معلومات افزا ہے۔ اس کے تمام کارکنوں کو مبارک باد اور انڈیا کے نوربخشی بہن بھائیوں کو سلام۔

غلام مہدی شہباز کھرکوہ

علمائے اسلام سے دردمندانہ اپیل

قابل صد احترام علماء و فقہائے اسلام۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

امید ہے کہ آپ سب خاتم الانبیاء حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی العلماء ورثۃ الانبیاء کے مطابق انبیاء سلف علیہم السلام کے عظیم دینی و روحانی ورثے کو سنبھالنے اور دور جدید کے متشکک اور مضطرب انسانوں کے اذہان و قلوب کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور منتخب دین یعنی دین اسلام کی ابدی سچائیوں سے روشناس کرانے میں دل و جان سے مصروف ہوں گے۔

ہم اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ بیسویں صدی نے دنیائے انسانیت کو جو مثبت اقدار عطا کی ہیں ان میں عالمگیر سطح پر جمہوری روایات کا فروغ سرفہرست ہے۔ جس کی بدولت دنیا کے اکثر ممالک میں آمریت، فسطائیت اور جبر و استبداد کی ان جیسی متعدد روایات کا خاتمہ ہوا۔ آج اہل عالم کی اکثریت مختلف عقائد اور نظریات سے وابستہ ہونے کے باوجود جمہوری طرز فکر کی یکساں حمایت کرتی ہے۔ جمہوریت اور رواداری لازم و ملزوم امور ہیں اور رواداری برداشت کا دوسرا نام ہے۔ ہم آپ اکیسویں صدی کی دہلیز پر ارتقاء یافتہ اور تہذیب یافتہ انسانوں کی حیثیت سے کھڑے ہیں جو فکری بلوغت کے مرحلے سے گزرنے کے بعد انسانوں کے عالمگیر مسائل یعنی بھوک، بیماری، جہالت اور جنگ وغیرہ کے خاتمے اور امن، بھائی چارے اور رواداری کی بنیاد پر قائم ہونے والے ایک ایسے عالمی معاشرے کے قیام کے لیے کوشاں ہیں جہاں انسانوں کے صدیوں پرانے دکھوں اور مصائب کا ازالہ ممکن ہو۔

جیسا کہ آپ حضرات کو بخوبی علم ہے کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم کی تعریف المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کے آزار سے) دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، فرمائی ہے۔ اس طرح اہل اسلام جدید ترین جمہوری سوچوں کے اولین علمبردار ہونے کی ممتاز حیثیت پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ آج اہل اسلام کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان برداشت اور رواداری کا عنصر بالکل عنقا ہو چکا ہے۔ مسجدیں اور مدرسے دل آزار فتویٰ سازی کی فیکٹریوں کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ مخالف عقائد رکھنے والے کلمہ گو کا خون ثواب سمجھ کر بے دریغ بہایا جا رہا ہے جبکہ دین اسلام اس امر کا بانگ دہل اعلان کر چکا ہے کہ جس کسی نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے جملہ نوع انسانی کا خون اپنی گردن پر لے لیا۔

معزز علمائے اسلام۔ دین کی جزوییات اور فروعات میں معمولی اختلاف کے باوجود یہ بات سب پر عیاں ہے کہ اسلام کے جملہ مکاتب فکر کے درمیان بنیادی عقائد اور ارکان دین کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کو، اس کے نبیوں کو، اس کی کتابوں اور فرشتوں کو اور روز جزا کو یکساں طور پر مانتے ہیں اور نماز، روزہ، زکواۃ، حج اور جہاد جیسے بنیادی ارکان کی اہمیت اور فرضیت کے بھی یکساں طور پر قائل ہیں تو پھر ان فقہی موشگافیوں میں اختلاف کے ذریعے آپس میں کشت و خون کا بازار گرم کرنا کیا معنی رکھتا ہے، جن کے بارے میں گزشتہ چودہ سو سالوں کی کوشش اور بحث و مباحثے کے باوجود علمائے سلف کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بہتری کی صورت پیدا ہونا تو درکنار بلکہ بات قلم اور زبان سے گزر کر گالی اور گولی تک آ پہنچی ہے۔ جو دین اسلام کی روح کے سراسر منافی ہے اور جمہوری طرز فکر رکھنے والے جدید انسانوں کے قطعاً شایان شان نہیں۔

لگتا یوں ہے کہ اسلام دشمن قوتیں اہل اسلام کے بیچ افتراق و انتشار کو ہوا دے کر دین اسلام کی عظمت کو داغدار بنانے اور مملکت خداداد پاکستان کے وجود کو خطرے میں ڈالنے کے درپے ہیں۔

ہم اراکین ادارہ نوائے صوفیہ جو اتحاد بین المسلمین کا علمبردار ادارہ ہے، جملہ اہل اسلام سے بالعموم اور علمائے اسلام سے بالخصوص دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں ایسی باتوں کے اظہار سے اجتناب کریں جن سے کسی بھی کلمہ گو کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو۔ عام مسلمانوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے علمائے دین کا مواخذہ کریں جو صفحہ قرطاس یا منبر و محراب پر جلوہ افروز ہو کر اتحاد و اتفاق کی بجائے افتراق و انتشار کی بات کر کے دین اسلام اور مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی اساسوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہوں۔ ساتھ ہی ہم اپنے اس موقف کا بھی اعادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بھی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنانے والے اور فی سبیل اللہ فساد پھیلانے والے عالم کے حامی نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث بننے کے اہل صرف وہی علمائے دین ہیں جو اتحاد و اتفاق اور محبت و اخوت کا پرچار کریں اور جن کا مطمع نظر دین اسلام کی سربلندی، امت مسلمہ ہمہ گیر مفاد اور مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہو۔ امید ہے کہ آپ سب ہماری اس دردمندانہ اپیل کو مسترد نہیں فرمائیں گے۔